اختیاراتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم



مصنف

محقق دوراں حضرت علامہ ابوابراہیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

تقریظ

ترجمان اہلسنت

ابواسحاق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

ناشر: الحافظ القاری خواجہ محمد سلیمان عثمانی

فکر ہیومن رائٹس اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن سیالکوٹ پاکستان 0344-6307830

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختیاراتِ نبی کریم ﷺ

مصنف

محقق عصر حضرت علامہ مفتی ابو ابراہیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی
فاضل مدینہ یونیورسٹی 0332-8028182

حسب الارشاد

حضرت علامہ مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قادری نقشبندی

نام کتاب	اختیاراتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	ابو ابراہیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی
تصحیح	مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری
کمپوزنگ	لاثانی بُک اینڈ کمپوزنگ سنٹر
تعداد	1100
صفحات	128
ہدیہ	90روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جمالِ کرم لاہور

کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ نبویہ لاہور

نوری بُک ڈپو لاہور / عطار اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

حافظ بُک ایجنسی سیالکوٹ / اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ / مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ

مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / اویسی بُک سٹال گوجرانوالہ

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور

فہرست......

تقریظ جمیل

از ترجمان اہلسنت

حضرت علامہ ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین

ہمارا خدا جل جلالہٗ مالک الملک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرما دیتا ہے، اس کی عطا پر کوئی پابندی نہیں، وہ ہر بندے کو اس کی حیثیت کے مطابق قدرت، طاقت، قوت اور اختیار عنایت فرماتا ہے، کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔

وہ جس کو جو چاہے عطا فرما دے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، وہ جسے جتنا چاہے مختار بنا دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، وہ ازل سے مخلوق کو نواز رہا ہے اور تا ابد عنایات فرماتا رہے گا، اس کے خزانوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں آئی اور نہ ہی آسکتی ہے، بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وھاب وجواد معبود کی عطا پر ایمان رکھے، کیونکہ اس کی صفات مبارکہ میں ایک صفت مبارک، المعطی، بھی ہے۔ جس پر قرآن وحدیث کی درج ذیل گواہیاں دلالت کرتی ہیں، مثلاً قال الله تبارك و تعالیٰ:

۱۔ وماكان عطآء ربك محظورًا (الاسرا،۲۰)

۲۔ هذا عطآء نا فامنن او امسك ، بغير حساب (ص،۳۹)

۳۔ انا اعطيناك الكوثر (الکوثر:۱) وغیرھا۔

وقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم:

۱۔ والله المعطی وانا القاسم (بخاری ۱/۴۳۹)

۲۔ انما انا قاسم وخازن والله يعطی (بخاری ۱/۴۳۹)

۳۔ اللهم لا مانع لما اعطيت (بخاری: ۱/۱۱۷) وغیرھا۔

ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ عام بندوں پر اس کی عام عنایات ہیں اور خاص بندوں یعنی صالحین، شہداء، صدیقین اور انبیاء کرام علیہم السلام پر اس کی خاص نوازشات ہیں، جبکہ امام الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین، رحمتِ کون ومکان، طبیب دو جہاں، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اس نے اپنے کرم، فضل، لطف، عطا اور سخا کی حد کردی، اتنا کچھ عطا فرمادیا کہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا، قدرت نے آپ کو اسقدر اختیارات اور کمالات عطا فرمائے ہیں کہ کوئی ان کا حساب وشمار نہیں کرسکتا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع اور بے اندازہ اختیارات و تصرفات کا ہی ایک کارنامہ تھا کہ مشرکین مکہ کے مطالبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کرکے رکھ دیا (بخاری: ۱/۵۱۳)

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال علماء امت محمدیہ اس بات پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ منجانب اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تکوینی اختیارات بلکہ تشریعی اختیارات کے بھی مالک تھے، احکام آپ کو سپرد کردیئے گئے تھے، آپ اپنی امت کیلئے تحلیل وتحریم کے بارے بھی مجاز اور مختار تھے اور دونوں جہاں آپ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔

پیش نظر کتاب میں فاضل نوجوان، عالم ذیشان، صاحب تحقیق وجستجو، سراپائے ادب ومحبت، حضرت علامہ مولانا ابو ابراھیم حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی زید علمہٗ وفضلہ نے نہایت قیمتی مواد جمع کردیا ہے۔ ماننے والوں کیلئے اتنا بھی کافی ہے اور انکار کرنے والوں کیلئے دفتر بھی بے سود اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

دعا گو

ابو الحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

تقدیم

﴿مفکرِ اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری صاحب﴾

☆☆☆

اس میں کیا شک ہے کہ خالق و مالکِ حقیقی کا پہچاننا ہی انسان کا مقصدِ تخلیق ہے۔ اور یہ عقلِ انسانی کے بس میں نہیں، اسی لئے اللہ نے سلسلۂ نبوت جاری فرمایا تا کہ یہ عقل کی رہنمائی کرے۔ نبوت کے وسیلے سے توحید کا مسئلہ واضح ہوا اور ان گنت دوسری گرہیں کھلیں۔ وہ لوگ جنھوں نے نبوت کے وسیلے کا دامن تھاما، انھیں مقصود حاصل ہو گیا، ایمان اور عرفان مل گیا اور جو اس سے بے نیاز رہے، صحرائے ضلالت میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے۔ انھیں توحید ہی ملی اور نہ کوئی دوسرا مرحلہ طے ہوا، ماننے والے دربارِ رسالت پر حاضر ہوتے گئے، التجائیں کرتے رہے مرادیں پاتے رہے۔ مانگنے والوں میں کمی آئی اور نہ دینے والے آقا رحمۃ للعالمین ﷺ کے خزانوں میں۔ دنیا و دین کی کوئی ایسی نعمت نہیں تھی۔ جس کا سُوال نہ کیا گیا ہو اور دین و دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں تھی جو عطا نہ کی گئی ہو، بلکہ اِدھر دامن پھیلا، اُدھر دامن بھرا، اِدھر ہاتھ اٹھا، اُدھر عطا ہو گئی، اِدھر لب کھلے، اُدھر منظوری ہوئی۔ اپنوں بیگانوں نے مانگا، فرشیوں، عرشیوں نے مانگا رات دن اور صبح و شام مانگا، دینے والا دیتا گیا، جھولیاں بھرتا گیا، کام بناتا گیا، شفائیں دیتا رہا، عزتیں تقسیم کرتا رہا۔ مانگنے والے مانگتے نہ تھکے، دینے والا دیتے نہ تھکا۔ بلکہ آخرکار مانگنے والے مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے سوال ختم ہو گئے مگر دینے والا مسکراتا رہا اور بار بار پوچھتا رہا، کچھ اور سب کچھ مانگنے والوں کی ساری مرادیں دے

کر بھی دینے والے کے لطف وسخا میں کوئی کمی آئی نہ دولت میں بلکہ جس نے زیادہ مانگا، اسے زیادہ سے زیادہ دیا۔ رب تعالیٰ نے اس دینے والے کو رحمۃٌ للعالمین ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی عالمین کیلئے رحمت، عالمین کا تاجدار، عالمین کا محتاج الیہٗ عالمین کا داتا اور خود اس کا اعلان فرمایا ہے۔ اس لیے جو رحمۃٌ للعالمین سے مانگتا ہے، وہ اپنے رب کا منشا پورا کرتا ہے اور اسے راضی کرنے کیلئے بھی اس کے حبیب پاک ﷺ سے مانگتا ہے۔ بالیقیں فرش والا بھی کریم ہے اور جسے اس نے رحمۃٌ للعالمین بنا کر عرش پر بھیجا ہے، یہ بھی کریم ہے، اور پھر جو اس سے مانگتا ہے گویا اسے رحمۃٌ للعالمین جانتا ہے اور اپنے رب کی مانتا ہے پھر جو اپنے رب کو مانتا ہے اور رب کی مانتا ہے، اس سے رب خوش ہوتا ہے، لوگو! رحمۃٌ للعالمین کو مانتے جاؤ، اس سے مانگتے جاؤ تا کہ تمہارا رب تم سے خوش رہے۔ اس سے مانگنا اپنے رب کو راضی کرنے کی شاندار تدبیر ہے یہ تمہارے ایمان کی دلیل ہے۔ دلیل اس لئے کہ تمہارا ایمان ہے ایک اللہ پہ، جو رب العالمین ہے، اس نے اپنے ایک محبوب ﷺ کی خاطر ساری مخلوق بنائی اور بار بار اپنے مقصد کا اظہار فرمایا!

﴿لَوۡلَاکَ مَا خَلَقۡتُ الدُّنۡیَا﴾

ترجمہ: تم نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا

﴿لَوۡلَاکَ مَا خَلَقۡتُ النَّارَ﴾

ترجمہ: تم نہ ہوتے تو میں آگ پیدا نہ کرتا

حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا (حاکم نے اسے صحیح کہا)

﴿لَوْ لَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا﴾

ترجمہ: اگر وہ (یعنی حبیب کریم ﷺ) نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو یا کسی زمین کو

یہاں تک فرمایا (اپنے حبیب پاک ﷺ سے)

﴿لَوْلَاكَ مَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ﴾

چنانچہ جس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اس نے سارا خانۂ ہستی ترتیب دیا ہے اور سارا گلشن کائنات سجایا ہے، اسی کو سب کا قبلۂ حاجات بنا دیا ہے، یعنی جس رب نے اپنے بندوں اور ان کی حاجتوں کو پیدا فرمایا، اسی نے اپنے بندوں اور ان کی حاجتوں کا مرجع اپنے حبیبِ مکرمؐ خلاصۂ کائناتؐ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی ذات کو ستودہ صفات بنا دیا ہے اور پھر خود اس کے منصبِ عظیم کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کیلئے۔

عالمین کیلئے جب وسیلۂ رحمت ہی اس کے حبیبِ پاک سرورِ لولاک ﷺ ہے تو ظاہر ہے اسے عالمین سے پہلے رونق افروزِ ہستی ہونا چاہئے چنانچہ عالمین نہیں تھے تو رحمۃ للعلمین تھا اور جب عالمین نہیں ہوں گے تو رحمۃ للعلمین ہوگا۔ یقیناً رحمۃ للعلمین مخلوق ہے اور مخلوق میں شامل ہے مگر مخلوق کی ابتدا بھی اسی سے ہے اور انتہاء بھی اسی پر ہوگی............اعلیٰحضرت فرماتے ہیں!

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہو معنئ اول، آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تا کہ اولین بھی پہچان لیں کہ انھیں اس محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کے بغیر چارہ نہیں اور آخرین بھی جان لیں کہ رحمۃ للعلمین کے بغیر سہارا نہیں، کوئی ایسا نہ ہو جو اس محبوب مکرم ﷺ کی دہائی نہ دیتا ہو۔ اِدھر پہلے انسان کی آنکھ کھلے، اُدھر محبوبِ اکرم واعظم ﷺ کی پہچان کرانے کا اہتمام کر دیا جائے تا کہ اس محبوب اکرم واعظم ﷺ کا توسل پہلے انسان ہی سے شروع ہو جائے۔ چنانچہ یونہی ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام یعنی سارے انسانوں کے باپ اور سب سے پہلے بشر سے لغزش ہو گئی۔ کہتے ہیں تین سو سال تک روتے رہے مگر لغزش معاف نہ ہوئی، آخر حضور پرنور سرکار رحمۃ للعلمین ﷺ کا واسطہ دیا اور ان کے وسیلے سے استغفار کیا تو کام بن گیا ہمارے باپ جناب آدم علیہ السلام نے جن الفاظ میں درخواست کی وہ لو سنو۔

ہمارے باپ نے عرض کیا!

﴿ اسئلك بحق محمدٍ ان تغفر لی ﴾

ترجمہ: یعنی میں بحق حضرت محمد ﷺ سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرما دے۔

ہمارے رب نے بخش دیا اور وحی بھیجی کہ محمد ﷺ کو کہاں سے جانا۔ تو انھوں نے تمام ماجرا عرض کیا (یعنی ایک مدت تک رونے کے بعد یاد آیا کہ مجھ کو جس وقت خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی۔ اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا اس جگہ لکھا دیکھا ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾۔ یہاں

سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کی اللہ کے نزدیک برابر قدر اس شخص کے نہیں کہ نام اس کا اپنے نام کے ساتھ برابر لکھا ہے تدبیر یہ ہے کہ بحق اسی شخص کے سوال مغفرت کا کروں میں، پس دعا میں کہا ﴿اَسْئَلُكَ بِحَقِ مُحَمَّدٍان تَغْفِرْلِی﴾ خداوند کریم نے بخشنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا' اے آدم محمد سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے اولاد تیری سے اور اگر وہ نہ ہوتا تجھ کو پیدا نہ کرتا میں،

دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام یعنی پہلے بشر اور دنیا میں مبعوث ہونے والے پہلے نبی نے کلمۂ طیبہ سے کیا نتیجہ اخذ کیا اور اللہ کے نام پاک سے اس کے حبیب پاک ﷺ کے نام پاک کے متصل ہونے سے کیا مطلب لیا۔ خدا کی قسم! جو شخص بھی محبّت سے کلمہ پڑھتا ہے، یہی مفہوم لیتا ہے، مگر افسوس آجکل ایسے لوگ بھی ہیں جو یہی کلمہ پڑھتے ہیں مگر اس نتیجے سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے کہ وہ محبّت سے نہیں مصلحت سے پڑھتے ہیں، انھیں کلمے کے اصل مطلب سے کوئی مطلب نہیں۔ انھیں اپنے مطلب سے مطلب ہے اور وہ مطلب ناپاک ہے کیونکہ خود ناپاک ہیں۔ وہ اللہ کے سوا کسی کو ماننا ہی نہیں چاہتے: کیونکہ یہ ماننا بھی شرک ہے۔ یعنی اللہ کو بھی مانیں اور کسی کو اور بھی مانیں، یہ بات انھیں گوارا نہیں اگر چہ اللہ ہی کو خدا مانیں اور کسی اور کو خدا نہیں صرف نبی رسول ہی مانیں، ان کی غیرتِ توحید کے خلاف ہے۔ کیونکہ 'ماننا' دو کو ہو تو شرک ہو گیا اور ماننے میں شرک بھی انھیں قطعاً اِس نہیں اگر چہ کسی دوسرے کو نہ ماننے سے ایمان ہی جاتا رہے۔ شاید کوئی یہ خیال کرے کہ محض بہتان ہے، وہ اللہ کو خدا اور معبود مانتے ہیں، اور اس کے نبیوں کو نبی مانتے ہیں ہم کہتے ہیں، نہیں، وہ نبیوں کو نبی

دل سے نہیں مانتے، مصلحت سے مانتے ہیں ورنہ لوگوں کو دھوکا دینا بہت مشکل ہوجاتا ہے، لہذا اسلمان، معاشرے میں مصلحت کے طور پر مان لیتے ہیں اور سب جانتے ہیں مصلحت یا مجبوری سے ماننا نہ ماننے کے مترادف ہے۔ رہا سوال کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ انھوں نے توحید کتاب اللہ سے نہیں سیکھی یا حضور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے اخذ نہیں کی اگر چہ انھیں چند آیات اور چند روایات بھی ضرور یاد ہیں، ان کا اصل ایمان مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تفویت الایمان پر ہے جس میں صراحت سے فرمایا گیا ہے۔

ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان

دیکھئے مولانا اسمٰعیل کی توحید کتنی دوٹوک اور دو لفظی ہے، وہ یہ نہیں کہہ رہے ہے کہ

ایک اللہ کو مان اور کسی کو خدا نہ مان

بلکہ کہہ رہے ہیں۔

ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان

یعنی اللہ کے سوا کسی کو الہٰ یا خدا ومعبود نہ ماننا تو ساری امت کی توحید ہے، کلمہ شریف میں جس توحید کا اقرار کیا جاتا ہے، وہ بھی یہی ہے۔

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾

یعنی اللہ کے سوا کوئی خدا ومعبود نہیں۔ مگر یہ کلمہ مکمل نہیں کہ اتنا پڑھ کے کافر مسلمان ہو سکے، نہیں، ایسا نہیں، اس کے ساتھ ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾

یعنی محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

اب یہ سارا کلمہ بنا!

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

پورا کلمہ پڑھے گا تو کافر مومن ہوگا یعنی جب تک اللہ کی توحید کے ساتھ ساتھ حضور پرنور ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرے گا، اس کی توحید کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ایمان یہ ہے اللہ کو خدا مانو اور جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کو رسول مانو، جیسے خدا کو خدا مانے بغیر چارہ نہیں یونہی رسول کو رسول مانے بغیر بھی چارہ نہیں۔ خدا کو بھی مانو اور رسول کو بھی مانو، مگر مولانا اسمٰعیل دہلوی کی توحید یہ نہیں بلکہ یوں ہے۔ ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان۔ ہاں ہاں یہ توحید قرآن پاک کی نہیں، حدیث شریف کی نہیں، اہل بیت کی نہیں، اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نہیں، تابعین، و تبع تابعین کی نہیں، مجتہدین و مجددین کی نہیں، صوفیہ و عارفین کی نہیں، یہ صرف اسمٰعیل صاحب اور ان کے ماننے والوں کی ہے 'اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان'۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن پاک کی رو سے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے نبیوں رسولوں اور فرشتوں کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ مگر اسمٰعیل کے ماننے والوں کو کیا پرواہ۔ ہاں ہاں جو اسمٰعیل کو مانتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ اسمٰعیل کو بھی مانیں تو حرج نہیں کیونکہ یہ گھر کا معاملہ ہے مگر اس میں احتیاط کریں کہ اللہ کے ساتھ (اسمٰعیل کے سوا) کسی اور کو نہ مانیں۔

خیر اس کی بات چھوڑو، ہمارا اس سے کیا تعلق، ہم تو اپنے باپ آدم (علیہ

السلام) کی بات کر رہے تھے اور باپ والا تو یقیناً باپ کی بات پلے باندھتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ ہمیں بھی فخر ہے کہ ہمارے باپ یعنی سارے بنی نوع انسان کے باپ آدم نے ایک بات بتائی اور ہم نے اس کی محافظت کر لی،

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو
پھر پسر وارث میراث پدر کیونکر ہو

پھر دیکھیں کلمہ شریف کیا سکھاتا ہے؟ اللہ کے بعد سب سے معظم و محترم اللہ کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی ہیں۔ سچ کہنے والے سچ ہی کہتے رہے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو وہ لوگ جو دل سے کلمہ پڑھتے ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ کے بعد اللہ کے حبیب ﷺ ہی کا نمبر ہے۔ ہاں مصلحت سے کلمہ پڑھنے والے محض دھوکا دینے کیلئے پڑھتے ہیں اور اسلامی معاشرے میں رہنے کی بنا پر رکھ رکھاؤ کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔ اگر انھیں ایمان سے کلمہ پڑھنا نصیب ہوتا تو ان کا نقطہ نظر بھی مختلف نہ ہوتا، یہ بھی اللہ کے بعد سب سے زیادہ شان اس کے حبیب کریم ﷺ کی سمجھتے اور مخلوق میں سب سے زیادہ تعظیم انھیں کی کرتے۔

حضور پرنور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے دل سے کلمہ پڑھتے تھے اس لئے جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی ہیں، ہر اعتبار سے بڑے، ہر شان میں بڑے، اللہ نے اپنے سارے خزانوں کے منہ اپنے حبیب ﷺ پر کھول دیئے ہیں، زمین و آسمان کی ہر نعمت ان کے

ہاتھ میں ہے۔ اللہ خود دینے والا ہے اور حضور ﷺ اللہ کے فضل سے دیتے ہیں، اللہ خدائے یکتا ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اس کے حبیب ﷺ صرف اپنے اللہ کے محتاج ہیں، اور کسی کے محتاج نہیں، بلکہ لوگ اللہ کے بعد خود انھیں کے محتاج ہیں۔ انھیں کا وسیلہ ہے جو آدم علیہ السلام کے کام آیا اور انھیں کا وسیلہ ہے جو ہر آدمی کے کام آتا ہے۔ اللہ سے جب بھی کچھ مانگا جائے گا، اسے غنی، حاجت روا و مشکلکشا بالذات سمجھ کر مانگا جائے گا، ان کے حبیب ﷺ سے جب مانگا جائے گا، وسیلۂ عظمیٰ یعنی سب سے بڑا وسیلہ سمجھ کر مانگا جائے گا، انھیں مشکلکشاء کہہ لو اور حاجت روا کہہ لو، منعم کہہ لو، کچھ بھی کہیں بالعطا یعنی رب کے فضل سے کہیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی تصور تھا، یہی عقیدہ تھا، وہ دن رات مانگتے تھے، مصائب میں فریاد و استغاثہ کرتے، بیمار ہونے پر شفا چاہتے تھے، بھوک میں غذا اور عریانی میں کپڑے مانگتے تھے۔ مگر خدا سمجھ کر نہیں، خدا کا حبیب سمجھ کر، خدا کا رسول سمجھ کر، خدا کا نمائندہ سمجھ کر، رحمۃ للعلمین سمجھ کر، ان کے نزدیک خدا کا رسول صرف چند عقائد و عبادات سکھانے کیلئے ہی نہیں ساری رحمتیں لے کر آتا ہے، حضور ﷺ تو رحمۃ للعلمین ہیں، ان سے پہلے جو رسول آئے وہ بھی مشکلکشا اور حاجت روا ان کے آتے تھے، بنی اسرائیل کو پانی چاہیے تو موسیٰ علیہ السلام سے التجا کریں، دریا پار کرنا چاہتے ہیں تو بھی آپ ہی سے فریاد کریں۔ بنی اسرائیل تو خیر اُن کا اپنا قبیلہ تھا، فرعون جیسے مردود جب بے بس ہو جاتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی استغاثہ کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں، کسی ایک موقع پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جلال میں آئے نہ ان کے رب کا غضب نازل ہوا کہ موسیٰ علیہ

السلام کے امتی ان سے مانگ کر گویا شرک کا ارتکاب کرتے تھے، اس لئے حقیقت بالکل واضح ہے کہ نبی اپنے رب کا نمائندہ ہوتا ہے اس سے مانگنا رب ہی سے مانگنا ہے، اللہ ارحم الرحمین کے یہ نمائندے اس کی رحمت کے بھی نمائندے ہوتے ہیں، جسے بھی رحمت مطلوب ہو، نبی علیہ السلام کے در دولت پر جائے، جسے بھی کوئی حاجت ہو، انھیں کے باب رحمت پر دست سوال دراز کرے اور اس سے مانگنا اللہ ہی سے مانگنا ہے اگرچہ رب رب ہے اور نبی نبی ہے۔ ہاں ہاں یہ بات بالکل واضح ہے۔ تہذیب حاضر کے دور میں یہ عقدہ دشوار نظر آتا ہے، اور بعض لوگ جوامت کو منتشر ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں، جان بوجھ کر بھی نہیں سمجھتے ورنہ قرآن گواہ ہے فرعون تک تھک ہار کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دروازے پر آتا تھا اور سمجھتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنا ان کے رب ہی سے فریاد کرنا ہے اسی لئے وہ اس قسم کے الفاظ کہہ جاتا تھا

﴿لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ﴾ (الخ الاعراف ۱۳۴)

ترجمہ: بیشک اگر تم ہم سے عذاب اٹھادو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے۔

(کنز الایمان)

فرعون یا دوسرے لوگ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کا نمائندہ کیوں سمجھتے تھے، ان کے معجزات اور تصرفات دیکھ کر سوچو تو سہی وہ کیا تصرف تھا کہ ایک لاٹھی مارتے ہیں دریا میں تو بارہ قبیلوں کیلئے بارہ راستے بن جاتے ہیں اور ایک لاٹھی مارتے ہیں پتھریلی چٹان پر تو بارہ چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا ہوئے تھے کیا اُن کا بھی یہی مطلب

نہیں تھا کہ لوگ ان کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانیں، ان کے دروازۂ رحمت پر آئیں، یہاں آکر فریاد کریں اور، پیدائشی اندھے پن سے، برص وجذام وغیرہ سے بلکہ موت تک سے نجات پائیں۔ اللہ کے بندے یوں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اپنے مسائل کا حل بھی پاتے اور ان کی معجزانہ قوتوں کے ذریعے انھیں پہچانتے بھی تھے۔ یہی عرفان نبوت ان کے عرفان خداوندی کا سبب بن جاتا یعنی نبی کی پہچان سے وہ خدا کو بھی پہچان جاتے جو مقصد تخلیق ہے۔

جو معجزات سب انبیاء کرام علیہم السلام کو الگ الگ دیئے گئے، انھیں یکجا کر کے اور ان میں بہت سا اضافہ کر کے حضور سرور عالم امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نوازا گیا، جس طرح قرآن پاک کی گواہی کے مطابق نبیوں نے خدا کے فضل سے (باذن اللہ) اپنی اپنی امتوں کی حاجت روائی اور مشکلکشائی فرمائی ان سے ہزاروں گنا اللہ کے آخری نبی سے فریاد کی گئی اور ہزاروں گنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراد برآری ہوئی۔ نہ پہلے اسے کبھی شرک سمجھا گیا اور نہ اب کیونکہ تصور ہی یہ تھا نبی سے مانگنا اللہ سے مانگنا ہے اور نبی کا دینا اللہ کا دینا ہے (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعلمین فرما کر سارے عالمین کو ان کے فریادرس کا پتا دے دیا، چنانچہ جانور تک آکے اپنے غم کا قصہ سناتے ہیں اور داد پاتے ہیں۔ استن حنانہ تک بچوں کی طرح بلکتا ہے اور خشک پہاڑ تک عرض ماجرا کرتے ہیں اور رحمۃ للعلمین جو سارے عالمین کیلئے ایک ہی ہے اور رحمت ہی ہے، سب کی سنتا ہے، سب کو عطا فرماتا ہے اور سب کے غم مٹاتا ہے۔ اسی اللہ نے جس نے سب کو رحمۃ للعلمین کا پتا دیا۔

اسی نے اپنے محبوب کی شان میں

﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (التوبہ۔۱۲۸)

ترجمہ: مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔ (کنزالایمان)

فرما کر مومنوں کو خصوصاً سب سے زیادہ مانگنے کی ترغیب دی۔

اسی نے اپنے محبوب کی شان میں

﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾ (الکوثر۔۱)

ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

کا اعلان کر کے یہ بھی فرما دیا۔

﴿وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (الضحیٰ۔۱۰)

ترجمہ: اور منگتا کو نہ جھڑکو

اب بتائیے کون کافر ہے جو اس حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فریاد نہ کرے اور کون بدبخت ہے جو اس کو مانگنے سے روکے۔

ہم اوپر عرض کر آئے ہیں کہ دل سے کلمہ پڑھنے والے کی نیت اور ہوتی ہے اور مصلحت کے طور پر کلمہ پڑھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ جو دل سے کلمہ پڑھتا ہے وہ تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ اللہ کا وہ محبوب ﷺ جس کے نام کو اس نے اپنے نام سے ملایا ہے، اس کے بعد سب کچھ وہی ہے۔

اللہ خالق حیات	وہ مبدءِ حیات اور منبع حیات
اللہ سب سے بڑا قادر	اس کے بعد اس کا حبیب قادر

اللہ سب سے بڑا رحیم	اس کے بعد اسکا حبیب رحیم
اللہ سب سے بڑا مددگار	اس کے بعد اس کا حبیب مددگار
اللہ سب سے بڑا شافی	اس کے بعد اس کا حبیب شافی
اللہ سب سے بڑا حاکم	اس کے بعد اس کا حبیب حاکم

بہر حال اللہ کے بعد ہر اعتبار سے وہی ہے۔

ہاں ہاں عبادت انتہائے تعظیم ہے، انتہائے تعظیم اللہ ہی کیلئے ممکن ہے، اس کے بعد کمال تعظیم وادب اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہے، ایسا کمال تعظیم وادب کہ ذرا بھر کوتاہی ہو جائے تو ساری عبادت اکارت۔

یہ ہے کلمہ طیبہ کا مفہوم جو پہلے دن ہی سے سمجھا گیا اور سارے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھایا......ہم باپ والے ہیں ہمیں تو باپ کی ماننا ہے، چنانچہ ہر اہل ایمان ہر اہل محبت اور ہر اہل وفا نے یہی سمجھا اور اسی طرح دوسروں کو سمجھایا

زیرِ نظر کتاب کے مصنفِ ذیشان قبلہ صوفی ابو ابراہیم بھی اسی جذبے کو سینے لگائے ہیں اور یہی کچھ قوم کو سمجھانا چاہتے ہیں، میں نے کبھی زمانہ طالب علمی میں دیکھا تھا مگر یہ دیکھنا بہت عارضی اور سرسری تھا۔ ان کا اصل تعارف بارگاہِ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہوا، میں مدینہ منورہ شریف میں تھا، میرے ساتھ میرے یار جانی سراپا برکت صوفی محمد اقبال سیالکوٹی مدظلہ تھے، ہم مسجد نبوی کی پہلی اور ابتدائی حدود کے اندر کھڑے تھے کہ حضرت ابو ابراہیم کے ساتھ ملاقات ہو گئی ایسی ملاقات جو غیر مختتم ہو، میں اس بار جو مدینہ شریف گیا تو شہنشاہِ ولایت، ناشر زہد وطریقت شبلی زمانہ

شیخ یگانہ قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کے مزار شریف واقع علی پور سیداں شریف
پر عرض کر کے گیا تھا کہ حرمین شریفین کے سفر میں ساتھ ہی رہنا، تا کہ مجھ سے حماقتیں
سرزد نہ ہوں چنانچہ پیرو مرشد کی غیر محدود برکتوں میں سے ایک یہ ہوئی کہ مکہ معظمہ میں
ایک طارق جمال مل گئے اور مدینہ منورہ میں ابوابراہیم صاحب، مکہ والے دوست میں
بصیرت زیادہ تھی اور مدینہ والے میں محبت زیادہ تھی۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت و
برکت کے مزید دروازے کھول دے، آمین! (میں اور میرا یار صوفی اقبال ان دو کیلئے
بہت دعائیں کرتے ہیں۔)

خصوصاً ابوابراہیم عشق رسول اللہ ﷺ میں شاید فنا ہو چکے ہیں، یوں لگتا ہے
ان کی زندگی کی ہر ساعت و ہر دولت ان کے بلکہ سب کے بلکہ خدا کے محبوب کریم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کی دہائی دینے اور دلانے کیلئے وقف ہو۔ اس سلسلے میں ان کی
اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، جو رب العلمین جل مجدہٗ کے خلیفہ اعظم واکرم ﷺ کی
شان و عظمت کے بیان کیلئے معرض تحریر میں آئی ہیں، مگر زیر نظر کتاب (اختیار نبی
ﷺ) میں حضور پرنور ﷺ کے اختیارات کا مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں نہایت
ہی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے اور جیسا کہ میں اوپر عرض کر آیا ہوں بنیادی طور اس
سے مقصود کلمہ شریف کا مفہوم سکھانا ہی ہے۔

حضور پرنور ﷺ کا مختار ہونا مومن کی نظر میں کوئی انوکھی بات نہیں، نبی
اپنے رب کے فضل سے مختار ہوتا ہی ہے، پھر ہمارے نبی ﷺ جنھیں رسول مختار اور
احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے کیا کہنا ان کے اختیارات کے۔ مگر مصلحت سے

کلمہ پڑھنے والوں نے خود حضور ﷺ کے اختیارات کا انکار کیا اور اسمٰعیل دہلوی کی
زبان میں یہاں تک بک دیا کہ

"جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں"

اسمٰعیل بدنصیب اختیار کا انکار ہی نہیں کرتا، بدترین گستاخی کا ارتکاب کر کے جہنم کے
عمیق ترین گڑھے میں بھی گرتا ہے۔ ہاں ہاں جسے اپنے نبی اعظم و مکرم ﷺ کا نا
پاک بھی لینا نہ آئے، اس سے زیادہ گستاخ و بے ادب کون ہوگا۔ بہر حال وہ اور اس
کے ہمنوا حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات کا انکار کر کے ایذا نہیں دیتے فضائل
و کمالات عطا فرمانے والے اللہ کے لطف و کرم کا بھی انکار کرتے ہیں، خیر ان کا اپنا اندا
اور ان کا اپنا انجام، ان کے برعکس حضور پرنور ﷺ کے غلام ہیں جو دن رات اس
محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے گن گانے، فضائل و کمالات کا چرچا کرنے او
دشمنوں کے دانت کھٹے کرنے لگے رہتے ہیں، ان کا اپنا انداز اور ان کا اپنا مقدر۔ قبلہ
صوفی ابوابراہیم اسی مقدس و عالی مقدر گروہ کے فرد ہیں۔ میری دعا ہے خدا و حضور پرنو
ﷺ کی رحمتیں ان کے مزید شامل حال ہوں اور یہ زیادہ سے زیادہ ان کے گن گائیں
ان کی تحریر میں برکت اور تقریر میں دلآویزی بڑھتی ہی رہے۔ میں نے عرض کیا ہے

گاتے رہیں گے گیت ہم اپنے کریم کے
جب تک بدن میں جان ہے منہ میں زبان ہے

سگ دربار حضور نقش لاثانی

(آسی)

عقیدہ اہل بدعت:

اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ "مخلوق کے لئے عطائی علم یا اختیار ماننا بھی شرک ہے نعوذ باللہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

تفویۃ الایمان باب اول اور فصل اول ص (۲۲)

اسی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

تفویۃ الایمان الفصل الخامس ص (۵۵) (فصل پنجم)

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

تفویۃ الایمان الفصل الرابع ص (۴۳) (فصل چہارم)

عقیدہ اہل سنت والجماعت:

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ذاتی اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ کیساتھ خاص ہے۔ مخلوق کا علم اور اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ یعنی مخلوق کا اختیار عطائی اور خدا کا اختیار ذاتی۔ خدا تعالیٰ کے لئے عطائی اختیار نہیں ہوسکتا مخلوق کے لئے ذاتی نہیں ہوسکتا۔ جو مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا علم یا اختیار ذاتی مانے وہ مشرک ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے قبلہ تبدیل ہو جاتا ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے چاہنے سے ایک سجدہ یا ایک رکعت بھی معاف نہیں ہوسکتی لیکن رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے پینتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہوسکتی ہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے ہر سال حج فرض ہوسکتا ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہتا ہے

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (سورۃ الضحیٰ)

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو ہر وہ چیز ملتی ہے جو وہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ رب نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، لیکن یہ حضرات وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے یعنی ان کی مشیت خدا کی مشیت کے تابع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (سورہ الزمر آیت ۳۳-۳۴)

ترجمہ: وہ جو سچ لے کر آئے اور جنہوں نے سچ کی تصدیق کی وہی متقین ہیں ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے کون سا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے اور صحابہ کا عقیدہ کیا تھا؟ تاکہ حق کے تلاش کرنے والے کو راہِ حق متعین کرنے میں دشواری نہ رہے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

....

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کا خداداد اختیار

آیت نمبر ا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الٓـرٰ کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔﴾

ترجمہ: (یہ) ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اُتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف لاؤ اُن کے رب کے حکم سے، اُس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔ سورہ ابراہیم آیت (۱) پارہ (۱۳) رکوع (۱۳)

اندھیرے کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایت۔ ایمان وکفر میں فاصلہ نہیں ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرتا ہے۔ تو آیت کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی۔ اس اُمت کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کفر سے چھڑاتے اور ایمان عطا فرماتے ہیں ۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ کام نہ ہوتا اور انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی، تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق ہوتا۔

اگر کوئی مجھ سے کہے کہ اس مکان کو یا پہاڑ کو سر پر اٹھالو تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگا، کیونکہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا کہ طور پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں کے اُوپر بلند کردو، تو انہوں نے طور پہاڑ کو اُٹھا کر اُن کے سروں پر بلند کردیا۔ کیونکہ انہیں اس کا اختیار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو ایمان عطا کرنے کا حکم دیا ہے تو اختیار بھی دیا ہے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

ایمان سب سے بڑی نعمت ہے، باقی نعمتیں اس سے نیچے ہیں اور یہ نعمت نبی ﷺ کے ذریعے مل رہی ہے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نبی کو کوئی اختیار نہیں۔ کوئی مانے نہ مانے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیءِ رحمت کا قلمدان گیا
ہے خدا بھی ہمیں مصطفیٰ سے ملا
اس سے بڑھ کر عطا اور کیا چاہئے

اور کفر سب سے بڑی مصیبت ہے، تو جو نبی اس مشکل کو دور کر سکتا ہے وہ بااختیار اور مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہے؟

اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

انبیاء کرام میں اس بات میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیں یا فتح و شکست دے دیں یا غنی کر دیں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں۔ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔ تفویۃ الایمان فصل ثانی ص (۳۲)

جو لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ بتائیں کہ یہ کس حدیث کا ترجمہ ہے یا کس صحابی کا قول ہے اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اپنے ملاؤں کے نام سے

پہلے کئی القاب ذکر کریں گے۔لیکن جب محبوب ﷺ کی باری آئے تو صر
کر پکاریں گے۔

اسمِ احمد کی تعظیم کے منکرو ان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو
بے لقب ان کا نامِ مبارک کہیں ان کے معبود نے بھی پکارا نہیں

آیت نمبر ۲:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اختیار

اللہ تعالٰی نے ہواؤں اور جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں دے کر ارشاد فرمایا:

﴿ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

(سورہ ص آیت (۳۹) پارہ ۲۳ رکوع (۱۲)

ترجمہ: یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے احسان کرے یا روک لے تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو نبی ﷺ کے اختیار اور تصرف کا منکر ہے وہ دراصل اللہ کی عطا کا منکر ہے کہ اللہ کسی کو کچھ دے ہی نہیں سکتا۔شاید وہ سمجھتے ہونگے کہ اگر اللہ تعالٰی نے کسی کو کچھ دے دیا تو اس کے خزانوں میں کمی آجائے گی اور یہ ان کی جہالت ہے کہ انہوں نے اللہ کے خزانوں کو دنیاوی خزانوں پر قیاس کرلیا ہے اور اللہ تعالٰی کے علم اور قدرت و اختیار کو محدود سمجھ لیا ہے۔

یہودیوں کا نظریہ توحید:

یہودیوں کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کے پاس سب کچھ ہے، مگر وہ کسی کو دیتا کچھ

نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾

اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ دیتا نہیں۔ نعوذ باللہ) لیکن اس کے برعکس اہل ایمان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ ہے، وہ جسے چاہے، جو چاہے، جب چاہے، عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کا رد کیا اور فرمایا!

﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾

(سورۃ المائدہ آیت ۶۴)

ترجمہ: اُن کے ہاتھ باندھے جائیں اور اُن پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جسے چاہے۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ یہودیوں کا یہ نظریہ "کہ اللہ کسی کو کچھ عطا نہیں کرتا" باطل ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا جواد وکریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں۔ جسے چاہے، جو چاہے، عطا کرے۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیوں دیا ہے۔ وہ چاہے کسی کو حکیم بنادے، وہ چاہے کسی کو ڈاکٹر بنادے، وہ چاہے کسی کو ماسٹر بنادے، وہ چاہے کسی کو حاکم بنادے، وہ چاہے کسی کو غوث بنادے، وہ چاہے کسی کو داتا بنادے، وہ چاہے کسی کو غریب نواز بنادے، وہ چاہے کسی کو مشکل کشا حاجت روا بنادے، کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا، کسی کا علم وفضل اور خداداد اختیار دیکھ کر شیطان کی طرح حسد کی آگ میں جلنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ حسد سے اعمال

برباد ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے۔

﴿إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

﴿يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

(سورہ آل عمران آیت ۷۳،۷۴)

ترجمہ: بیشک فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمہ: اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

کتاب تقویۃ الایمان میں جس چیز پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم ماننا یا اللہ تعالیٰ کے اذن سے اختیار ماننا شرک ہے۔ اس سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کچھ دیا ہی نہیں اور بعینہٖ یہی نظریہ یہودیوں کا ہے، اور اگر اس یہودی نظریہ کو قبول کر لیا جائے تو اس سے کتنی آیات کا انکار ہو جائے اور کتنی احادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ اور نظریہ قرآن و حدیث سے متصادم ہے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات (اقبال)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا!

آیت نمبر ۳:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ النساء۔۶۵)

ترجمہ: اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ
ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں
حاکم نہ بنائیں۔

آیت نمبر ۴:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ (سورہ ابراہیم آیت: ۳۲-۳۳ پارہ نمبر: ۱۳ رکوع: ۱۷)

﴿اور تمہارے لئے دریا مسخر کردیئے، اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لئے دن رات مسخر کئے﴾

اللہ تعالیٰ نے خزانے عطا فرمائے تو تقسیم کرنے کا اختیار بھی دیا ہے یا نہیں؟ دنیا میں بھی کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے تو اسے اختیار بھی دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ یہ دس ریال میں تمہیں تحفہ دیتا ہوں، لیکن تم اسے استعمال نہیں کرسکتے۔ تو وہ کہے گا یہ پیسے اپنے پاس رکھ، اگر میں انہیں استعمال نہیں کرسکتا تو کیا مجھے ان کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہے یا ان کو چاٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمتیں عطا فرمائیں تو انہیں اختیار بھی دیا، مثلاً آنکھیں عطا فرمائی تو اختیار بھی دیا جب چاہو بند کرو جب چاہو کھولو۔ زبان عطا فرمائی، تو اختیار بھی دیا، جب چاہو بولو، جب چاہو خاموش رہو۔ علی ہذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب ﷺ کو غنی کردیا، کوثر عطا فرمادیا، زمین کے خزانے عطا فرمائے تو اختیار بھی عطا فرمادیا۔ اسی لئے حضور ﷺ دنیا کی نعمتیں بھی عطا

فرماتے ہیں اور ایمانی اور روحانی نعمتیں بھی عطا فرمادیتے ہیں۔

آیت نمبر ۵:

رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾

ترجمہ: اللہ نے اُسے نعمت دی، اور تم نے اُسے نعمت دی۔ سورۃ الاحزاب: ۳۷

حضور ﷺ ایسے غنی ہیں کہ لوگوں کو بھی غنی کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۶:

رب تعالیٰ فرماتا ہے

"وَمَا نَقَمُوْا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"

ترجمہ: اور انہیں کیا بُرا لگا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(سورۃ التوبۃ آیت: ۷۴ پارہ نمبر ۱۰ رکوع نمبر ۱۶)

جس کے پاس کچھ نہ ہو یا پاس تو بہت کچھ ہو لیکن اختیار نہ ہو تو وہ کسی کو غنی کیسے کریگا؟

آیت نمبر ۷:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

(سورۃ التوبہ-۵۹)

ترجمہ۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کی اور غنی کرنے کی نسبت کرنا صحیح ہے اگر یہ شرک ہوتا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ ان کی طرف یہ نسبت نہ کرتا شرک اس لئے نہیں کہ الفاظ ایک جیسے ہیں لیکن معنیٰ میں فرق ہے خدا تعالیٰ ذاتی طور پر غنی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی عطا سے۔

آیت نمبر ۸:

حلال وحرام کا اختیار

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾............(سورہ الاعراف آیت ۱۵۷)

ترجمہ: (یہ رسول) ان کے لئے ستھری چیزیں حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے اتارے گا جو اُن پر تھے۔

خیال رہے کہ خدا تعالی نے صرف چند چیزیں حرام فرمائیں سور اور مردار وغیرہ باقی تمام خبائث حضور ﷺ نے حرام فرمائے کتا بلی وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ رب تعالی نے حضور ﷺ کو حرام و حلال فرمانے کا اختیار دیا۔ یہاں حرام فرمانے والا حضور کو قرار دیا۔

(تفسیر نور العرفان ص: ۲۷۰)

اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کسی چیز کے حلال اور حرام قرار دینے کا اختیار عطا فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۹:

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ سورۃ التوبہ آیت: ۲۹

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اُس کے رسول نے۔

تشریح: اس آیت سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ,, حرام قرار دینے ،، کے اختیار کو نہ ماننا کفار کی صفت ہے ۔مسلمان کی نہیں۔

آیت نمبر ۱۰:

حضورﷺ کے حکم سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ فرض نہ ہو:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (سورۃ الاحزاب آیت:۳۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔

شانِ نزول:

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبداللہ اور اُن کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضورﷺ کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضورﷺ نے زید بن حارثہؓ کے نکاح کے لئے زینب کو پیغام دیا جسے زینب اور ان حضرات نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینب وغیرہا راضی ہو گئے اور حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضورﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کردیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب کے لئے ہوا۔ غرضیکہ حضورﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں اس سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ امر وجوب کے لئے ہوتا

ہے دوسرے یہ کہ حضور ﷺ ہر مومن کے جان و مال کے مالک ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم ماں باپ کے حکم سے زیادہ اہم ہے، چوتھے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔ دیکھو عورت کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے کہ کسی سے اپنا نکاح کرے یا نہ کرے۔ مگر حضور ﷺ کے حکم پر اُسے اپنے نفس کا بھی اختیار نہیں۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۷۴)

عارف باللہ مفسر قرآن علامہ احمد صاوی کا عقیدہ

﴿فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ لَا یَمْلِکُ شَیْئًا اَصْلًا وَّلَا نَفْعَ بِهٖ لَا ظَاهِرًا وَّلَا بَاطِنًا فَهُوَ کَافِرٌ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ﴾

ترجمہ: پس جس نے گمان کیا کہ نبی ﷺ لوگوں کے برابر ہیں کسی چیز کے مالک نہیں نہ ان سے نفع پہنچتا ہے نہ ظاہر طور پر نہ باطن طور پر تو وہ کافر ہے اور اُس کی دنیا و آخرت برباد ہے۔ (تفسیر صاوی جلد ۱ ص ۱۵۸)

قرآنی مفہوم سمجھنے کے لئے دو اہم قواعد نہایت ضروری ہیں

قاعدہ (۱)

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں

الف: جن آیات میں فرمایا گیا کہ نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ رب چاہے کسی کو گمراہ کرنا اور نبی ہدایت کر دیں یہ ناممکن ہے۔

(ب) جہاں فرمایا گیا کہ نبی ہدایت کرتے ہیں وہاں مراد ہے باذن الٰہی ہدایت کرتے

ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ﴾

(سورہ قصص:۵۶)

ترجمہ: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

خیال رہے کہ یہ آیت حضور ﷺ کی تسکینِ خاطر کے لئے آئی - ابو طالب کے ایمان قبول کئے بغیر وفات پا جانے پر حضور کو صدمہ تھا اس لئے آپ سے یہ فرمایا گیا - یہاں محبت کے مقابل مشیت ہے ارشاد ہوا - یعنی وہ محبت نہیں پاتا جس سے آپ محبت کریں - کیونکہ آپ تو رحمتِ عالم ہیں - سب سے رحمت کی بنا پر محبت کرتے ہیں، بلکہ ہدایت وہ پائے گا جو آپ سے سچی محبت کرے جیسے کہ ہر وہ شخص ہدایت نہیں پاتا جس سے رب محبت کرے کیونکہ وہ ربوبیت کی محبت ہر بندے سے کرتا ہے بلکہ ہدایت وہ پائے گا جس کی ہدایت رب چاہے۔ (تفسیر نور العرفان)

ان جیسی تمام آیات میں رب کے خلاف مرضی ہدایت دینا مراد ہے یہ نہ نبی سے ممکن ہے نہ قرآن

"ب" کی مثال یہ ہے

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ترجمہ: اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ (سورہ شوریٰ:۵۲)

﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾

ترجمہ: بیشک قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔(سورہ بنی اسرائیل:۹)

ان جیسی تمام آیات میں قرآن اور نبی کو ہادی فرمایا گیا ہے ہدایت سے مراد اللہ کی مرضی سے راہ دکھانا ہے۔(علم القرآن قاعدہ نمبر(۲۵)ص ۱۲۷)

قاعدہ نمبر۲......(الف)

جہاں نبی ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کی مرضی کے بغیر ملکیت مراد ہے۔

ب:

جہاں فرمایا گیا کہ رسول اللہ غنی کرتے ہیں وہاں بعطاء الٰہی اللہ کے ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

الف کی مثال یہ ہے

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾

ترجمہ: اے حبیب فرما دیجئے! تم فرماؤ میں اپنے جان کے بھلے بُرے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہے ۔(سورہ الاعراف:۱۸۸)

ان جیسی تمام آیات سے مراد یہ ہے کہ رب تعالی کے اذن کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کرسکتا ہر چیز میں اُس کی اجازت کا حاجت مند ہوں۔

ب کی مثال:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿وَمَا نَقَمُوْا إِلَّآ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

﴿اور انہیں کیا یہی بُرا لگا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا﴾

(سورۃ التوبۃ آیت:۷۴ پارہ نمبر ۱۰ رکوع نمبر ۱۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

﴿أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾

ترجمہ: اُسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے نعمت دی۔ (سورۃ الاحزاب:۳۷)

ان جیسی آیات سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان سے یہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے ہیں اور فضل بھی کرتے ہیں۔لہذا دونوں قسم کی آیات میں تعارض نہیں۔

(علم القرآن قاعدہ نمبر (۲۷) ص ۱۳۰ از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

اگر ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو ہزار ہا آیات اور احادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔

رسول اللہ ﷺ سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفی اور ضرر پر محمول ہے

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اُسے چوما اور فرمایا: بیشک مجھے علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری حدیث:۱۵۹۷ مسلم ۱۲۷۰، مشکوۃ ۲۵۸۹)

اس حدیث میں حضرت عمر نے حجر اسود کے نفع نقصان پہنچانے کی نفی کی ہے لیکن چونکہ بعض دلائل سے حجر اسود کا نفع نقصان پہنچانا ثابت ہے، اس لئے جمہور علماء بشمول علماء دیوبند نے اس حدیث میں بالذات کی قید لگائی ہے یعنی تو بالذات نفع پہنچا سکتا ہے

نہ نقصان لیکن اللہ کی عطا سے نفع بھی پہنچاتا ہے اور نقصان بھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے حجر اسود کے متعلق فرمایا: اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ چوما اُس کی گواہی دے گا۔ (ترمذی حدیث ۹۶۱، مشکوۃ ۲۵۷۸)

اس حدیث سے حجر اسود کا نفع پہنچانا ثابت ہو رہا ہے لیکن پہلی حدیث سے نفع نقصان کی نفی ہو رہی ہے اس لئے علماء دیوبند اور محدثین کو ذاتی اور عطائی کی قید لگانی پڑی۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(فتح الملہم شرح مسلم ج ۳ ص ۳۲۲)

خلیل احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجرِ اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔

(بذل المجہود شرح ابوداود ج ۳ ص ۱۴۰)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بغیر اذن الٰہی کے نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۹ ص: ۲۴۰)

ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع نقصان نہیں پہنچاتا (مرقات ج ۵ ص ۳۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تو ایک پتھر ہے میں خوب جانتا ہوں کہ تو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا اس میں حضرت عمر کی مراد بیان

کرتے ہوئے متقدمین علمائے اسلام اور خصوصاً علماءِ دیوبند سب نے ہی بالذات کی قید لگائی ہے کہ حجرِ اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو نفع رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں حج کی گواہی دے گا وہ یہ نفع ضرور پہنچائے گا۔ اسی اسلوب پر کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ﴾

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنے جان کے بھلے بُرے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

(سورہ الاعراف:۱۸۸)

علمائے اہل سنت یہاں بھی بالذات کی قید لگاتے ہیں کہ رسول اللہ بذاتہ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ میں نفع رکھا ہے وہ نفع آپ ﷺ پہنچاتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے، آپ ﷺ کی تبلیغ اور آپ ﷺ کی شفاعت سے اربوں انسانوں کو نفع پہنچے گا اور وہ سب آپ ﷺ کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ کوئی کم نفع ہے؟

لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ قید خانہ زاد ہے۔ قرآن مجید نے آپ کی ذات سے مطلقاً نفع رسانی کی نفی کردی ہے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم اہلِ بدعت کی ایجاد اور اختراع ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک پتھر (حجرِ اسود) کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لئے حضرت عمر کے قول لا تنفع میں بالذات کی قید لگالیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر ہم

رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لئے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ

میں بالذات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی سے کون انکار کرسکتا ہے کہ انسان محمد رسول اللہ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہوگا جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں کہے گا،

اللہ اکبر! جن کے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کیا عالم ہوگا! اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت جا کر دکھائے!

(تفسیر تبیان القرآن ج۴ص:۴۶۶،شرح مسلم سعیدی ج۳ص:۵۰۰)

☆......☆......☆

اختیارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث

کی روشنی میں

حدیث نمبرا:

اللہ اور اس کا رسول غنی کرتے ہیں

عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللهُ تعالیٰ علیه وسلم : مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْراً فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ابن جمیل کو تو یہی برا لگا کہ وہ فقیر تھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔

بخاری حدیث ۱۴۶۸ کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ وفی بخا الرقاب ...... وفی سبیل الله

(مسلم حدیث ۹۸۳ کتاب الزکوۃ باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعہا، مشکوۃ حدیث ۱۷۷۸ کتاب الزکوۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی مجبور نہیں مختار ہیں باذن اللہ لوگوں کو غنی کر دیتے ہیں اگر بے اختیار ہوتے تو غنی کیسے کرتے؟

حضور ﷺ غریب نواز ہیں حاجت روا ہیں مشکل کشا ہیں کہ آپ ﷺ کی دعا اور نگاہ کرم سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

یہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے قرآن میں فرمایا گیا

﴿اور انہیں کیا یہی برا لگا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا﴾

(سورۃ التوبۃ آیت: ۷۴ پارہ نمبر ۱۰ رکوع نمبر ۱۶)

قرآن کی اس آیت اور اس حدیث کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تری عادت تیری
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ

کہ حضور ﷺ باذنِ پروردگار حرام کو حلال کر سکتے ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللّٰهُ تعالیٰ علیه وسلم : يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ:

اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالارْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ ،وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ،فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَايُعْضَدُ شَوْكُهُ ، وَلَا يُنَفَّرُ

صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَةُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ، قَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. (بخاری حدیث ۳۱۸۹، ۱۱۲ کتاب الجہاد باب اثم الغادر مسلم حدیث: ۱۳۵۳ مشکوۃ حدیث ۲۷۱۵ کتاب المناسک باب حرم مکہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: آسمان وزمین کی پیدائش کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنادیا تھا، اور یہ اس خداداد حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا، اور میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی پھر وہ اسی طرح قیامت تک حرمت والا ہے، اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے، اور کوئی شخص مکہ میں گری پڑی چیز نہیں اُٹھا سکتا ماسوا اس شخص کے جو اعلان کرکے اُس کو مالک تک پہنچادے اور یہاں گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کردیجئے کیونکہ یہ لوہاروں اور سناروں کے کام آتی ہے اور اس سے گھر بنائے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ وہاں کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ نے احکام شریعت کا مالک بنایا ہے کہ اپنے اختیار سے آپ باذنِ پروردگار حرام کو حلال کرسکتے ہیں، دیکھو سرکار عالی نے حضرت عباس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اچھا رب کی بارگاہ میں دعا کرینگے یا جبریل امین سے پوچھیں گے بلکہ خود ہی فرمایا: إِلَّا الْإِذْخِرَ اگر حضرت عباس حضور ﷺ سے یہ نہ کہلوا لیتے تو اذخر حرام ہی رہتی۔ (اشعۃ اللمعات، مرآۃ ج ۴ ص: ۲۰۲)

ایک طرف حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے چاہنے سے اذخر گھاس حرام کی ہوئی چیزوں سے مستثنیٰ ہوسکتی ہے اور دوسری طرف اسماعیل دھلوی کا عقیدہ ہے ,,رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا،،

آپ خود فیصلہ کریں کہ عقیدہ صحیح کس کا ہے؟ صحابی کا یا...... کا میں آپ کے سامنے حق و باطل کو پرکھنے کا ایک معیار پیش کر رہا ہوں جو اُس میزان اور کسوٹی پر پورا اُترے اُس مسلک کو اپنا لو کیونکہ وہی مسلک حق ہے۔

مفتی احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم ﷺ کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کردیں امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری باب الوضو میں فرماتے ہیں:

﴿ خَيَّرَهُ اللّٰهُ تعالىٰ اَنْ يُوْجِبَ مَاشَاءَ اَوْ لايُوْجِبَ؟ ﴾

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کو یہ منصب دیا ہے کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر کردیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے فرمایا اچھا نکال دی اُس کا کاٹنا جائز کردیا اگر اللہ نے

حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جراءت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اُس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

نیز فرماتے ہیں شریعت کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کو اُن کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمائیں مردوں پر ریشم پہننا حضور ﷺ نے اسی طرح حرام فرمایا اور اسی طرح حرمت مکہ سے گیاہ اذخر کو مستثنیٰ فرمادیا اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور ﷺ کو اذخر کے مستثنیٰ فرمانے کی کیا حاجت ہوتی اور اسی قبیل سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دیتا اور اسی باب سے ہے کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت پر تخفیف اور آسانی فرماتے اور زیادہ مسائل پوچھنے سے منع فرماتے اور فرماتے مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ باب الوضو ، الامن والعلی ص:۱۵۴-۱۵۶)

حدیث نمبر۳

مَردوں کے لئے ریشمی لباس اور سونا پہننا حرام ہے۔

عن أبی موسی الاشعری رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ:

" حُرِّمَ لِبَاسُ الْحرِیْرِ وَالذَّھَبُ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِی وَاُحِلَّ لِاَنَاثِھِمْ"

(ترمذی حدیث:۱۷۲۰ کتاب اللباس،مشکاۃ حدیث:۴۳۴۱ کتاب اللباس)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ریشمی لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں پر حرام کردیا گیا ہے اور میری امت کی عورتوں پر (یہ دونوں چیزیں) حلال کردی گئیں ہیں۔

ان دونوں چیزوں کی حرمت قرآن میں موجود نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خداداد اختیار سے ان دونوں کو حرام فرمادیا۔

حدیث نمبر ۴

دو صحابیوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

عن انس رضی الله عنه قال:

﴿رَخَّصَ النَّبِیُّ ﷺ لِلزُّبَیْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِی لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِکَّةٍ بِهِمَا﴾

وفی روية لمسلم:

﴿اِنَّهُمَا شَکَوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِی قُمُصِ الْحَرِیْرِ.﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی ان کی خارش کی وجہ سے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے جوں کی شکایت کی تو ان کو ریشمی قمیص کی اجازت دی۔ (بخاری حدیث:۵۸۳۹ کتاب اللباس۔ مسلم حدیث:۲۰۷۶ کتاب اللباس، مشکاۃ حدیث:۴۳۲۶ کتاب اللباس)

حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں مرد کے لئے از روئے شرع ریشمی لباس پہننا حرام ہے لیکن پروردگار کے بااختیار محبوب نے ان دونوں

بزرگوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا اور خارش کے باعث ان دونوں کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اتنا اختیار مرحمت فرمادیا تھا کہ جس شرعی حکم سے اپنے جس امتی کو چاہیں مستثنیٰ قرار دے دیں۔

حدیث نمبر ۵

دنیا میں مرد کا سونا پہننا ہاتھ میں انگارہ لینے کی طرح ہے

عن عبدِ اللهِ بْنِ عباسٍ رضی الله عنهما :

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ : يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهِ قَالَ لا وَاللهِ لا آخُذُهُ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ . (مسلم حدیث:۲۰۹۰ کتاب اللباس، مشکوۃ حدیث :۴۳۸۵ کتاب اللباس باب الخاتم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ ﷺ نے اُس کو اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اُس شخص سے کہا گیا جاؤ اپنی انگوٹھی اُٹھا لو اور اُس سے نفع حاصل کرو، اس نے کہا خدا کی قسم! جس چیز کو ”رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہو اُس کو میں کبھی نہیں اُٹھاؤں گا“

حدیث نمبر ۶

حضور ﷺ نے خود حضرت براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہنائی:

عن محمد بن مالك قال: رَأَيْتُ عَلَى الْبَرَاءِ خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْلُوْنَ لَهُ لِمَ تَخَتَّمُ بِالذَّهَبِ وَقَدْ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ الْبَرَاءُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ يَدَيْهِ غَنِيْمَةٌ يَقْسِمُهَا سَبْيٌ وَخُرْثِيٌّ قَالَ فَقَسَمَهَا حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْخَاتَمُ فَرَفَعَ طَرْفَهُ فَنَظَرَ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ خَفَضَ ثُمَّ رَفَعَ طَرْفَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ ثُمَّ خَفَّضَ ثُمَّ رَفَعَ طَرْفَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِم ثُمَّ قَالَ أَيْ بَرَاءُ فَجِئْتُهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ

فَأَخَذَ الْخَاتَمَ فَقَبَضَ عَلَى كُرْسُوْعِيْ ثُمَّ قَالَ الْبَسْ مَا كَسَاكَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ وَكَانَ الْبَرَاءُ يَقُوْلُ كَيْفَ تَأْمُرُوْنِيْ أَنْ أَضَعَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْبَسْ مَا كَسَاكَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ. (حدیث: ۱۸۱۲۸ جلد ۵ ص ۳۷۶ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للشیخ ناصر الدین البانی حدیث ۱۷۵۱، الاسن والحلی ص: ۱۶۶)

حضرت محمد بن مالک نے کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھی لوگ اُن سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے مالِ غنیمت غلام و متاع حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہی حضور ﷺ نے نظر

مبارک اٹھا کر اپنے صحابہ کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم ﷺ نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا!

لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں ﷺ براء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار دوں جسے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا!

لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول نے پہنایا (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)

اب ایک طرف اسماعیل دہلوی کا تقویۃ الایمان ہے جس میں لکھا ہے کہ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا حضور ﷺ کو کوئی اختیار نہیں اور دوسری طرف نبی کا فرمان ہے اگر تقویۃ الایمان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر نبی ﷺ کی حدیث پر ایمان نہیں رہتا اگر اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانا ہے تو پھر نبی کے فرمان پر دل و جان سے ایمان لا کر نبی کو با اختیار ماننا ہوگا کہ آپ کے چاہنے سے سونا اور ریشم حرام ہو جاتا ہے اور آپ کے چاہنے سے یہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۷

حضرت عمر نے حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہنائے

عن الحسن رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِسُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ : كَيْفَ بِكَ إِذَا لَبِسْتَ سَوَارَيْ كِسْرَى؟ فَلَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِسَوَارَيْ كِسْرَى وَمِنْطَقَةُ وَتَاجُهُ دَعَا سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكٍ فَأَلْبَسَهُ فَقَالَ لَهُ ارْفَعْ يَدَكَ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَلَبَهُمَا كِسْرَى بْنَ هُرْمُزَ وَأَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ الْأَعْرَابِيَّ .

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اُس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ بادشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ جب ایران زمانہِ فاروقی میں فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن کمر بند تاج خدمت فاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المؤمنین نے انہیں پہنایا اور فرمایا اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہو اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسری بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔ (اِصابہ فی تمیز الصحابۃ جلد ۲ ص ۱۸ نمبر ۳۱۱۵، بیہقی دلائل النبوۃ، الامن والعلی ص ۱۶۷ شرح مسلم سعیدی ۷/۹۹۰، سیرت رسول عربی ص:۱۰۶، شاہنامہ اسلام ۱/۱۹۲)

جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو سراقہ نے سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے کی خاطر حضور ﷺ کا پیچھا کیا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اُس نے کہا مجھے یقین ہے کہ تم دونوں نے میرے خلاف دعائے ضرر کی ہے اب تم میرے حق میں دعائے خیر کرو میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تمہیں ڈھونڈنے آئے گا میں اُس کو واپس کردوں گا آپ نے اللہ تعالی سے دعا کی اور وہ نجات پا کر لوٹ گیا۔ (مسلم حدیث: ۲۰۰۹ کتاب الزہد)

میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے امن کی تحریر لکھ دی جائے آپ ﷺ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمانِ امن لکھ دیا۔

(بخاری حدیث: ۳۹۰۶)

اُس وقت حضور ﷺ نے حضرت سراقہ کو خوشخبری دی تھی کہ تجھے کسری کے کنگن پہنائے جائیں گے یعنی تم ایمان لاؤ گے چنانچہ آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے یہ غیبی خبر تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی اس میں حضور ﷺ کا اختیار بھی ثابت ہوا کہ زمین

آپ کے تابع فرمان ہے اور حرام چیز کو حلال فرما سکتے ہیں اور تمام صحابہ کرام اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور با اختیار ہیں اگر بے اختیار سمجھتے تو ہر گز سراقہ کو کنگن نہ پہناتے جو عقیدہ صحابہ کرام کا وہی عقیدہ ہے اہل سنت والجماعت کا۔

شاعر اسلام حفیظ اس منظر کو اس طرح پیش کرتے ہیں

پکارا یا محمد ﷺ بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا، بیشک بدی تھی رہنما میری
میں تائب ہوں مجھے، اک امن کی تحریر مل جائے
ترے دربارِ رحمت میں، مجھے توقیر مل جائے
انوکھی التجا تھی ، مسکرایا قوم کا ہادی
پھر اس کو بے تامّل ، امن کی تحریر لکھوادی
سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں ملہم نے فرمایا
اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا
نرالے رنگ لیکن ہیں خدا کی شانِ والا کے
تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہوں دستِ کسریٰ کے
تحیّر خیز تھے معجز نما الفاظ حضرت کے
عیاں فرما دیئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے
جہاں کو جلوے اس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمر کے عہد میں پائے

حدیث نمبر ۸:

احکامِ شریعت رسول اللہ ﷺ کی سپرد ہیں۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہُ تعالٰی علیہ وسلم :فَقَالَ أَيُّهَاالنَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ :أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُوْلَ اللهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہُ تعالٰی علیہ وسلم :لَوْقُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ . ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَاتَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی أَنْبِيَائِهِمْ. فَاِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو! ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتی کہ اُس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم اُن کا سوال مت کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اُس کو چھوڑ دیا کرو۔ (مسلم حدیث:۱۳۳۷ کتاب الحج، مشکوۃ:۲۵۰۵ کتاب المناسک (الامن والعلی ص:۱۵۷)

اگر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اختیار نہیں دیا تھا تو آپ کے ہاں کہنے سے حج کیسے فرض ہو جاتا؟ معلوم ہوتا ہے جو نبی ﷺ کے اختیار کے منکر ہیں اُن کا اس حدیث پر ایمان نہیں اور جو منکر حدیث ہو وہ نہ اہل حدیث ہو سکتا ہے نہ اہل سنت اور اہل ایمان ہو سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس کا اس حدیث پر ایمان ہے وہی اہل حدیث ہے وہی اہل قرآن ہے وہی اہلِ عرفان ہے وہی اہل ایمان ہے وہی حبیب الرحمان ہے وہی اہل محبت ہے وہی اہل جنت ہے وہی اہل سنت ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلیل:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ففيه دليل للمذهب الصحيح أنه ﷺ كان له أن يجتهد فى الأحكام ، ولا يشترط فى حكمه أن يكون بوحى.

اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ اجتہاد کرتے تھے، اور آپ کے احکام جاری کرنے کے لئے وحی کی شرط نہیں ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ شرح مسلم نووی

حدیث نمبر ۹:

نماز عشاء کو آدھی رات تک مؤخر کرنے کا اختیار:

عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسُقْمُ السَّقِيمِ لَآخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ

إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس (عشاء) نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرما دیتا۔ (ابو داود حدیث ۴۲۲ کتاب الصلاۃ باب فی وقت العشاء الاخرۃ) ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الامن والعلی ص: ۱۵۶)

حدیث نمبر ۱۰:

مسواک کو ہر نماز کے وقت فرض کرنے کا اختیار

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِي -اَوْ عَلَى النَّاسِ -لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ.

وفی روایۃ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اگر مشقتِ امت کا خیال نہ ہوتا تو میں اُن پر فرض کر دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

بخاری حدیث: ۸۸۷ کتاب الجمعہ باب السواک یوم الجمعۃ، مسلم حدیث: ۲۵۲ کتاب الطہارۃ مالک، شافعی، بیہقی، مشکوۃ حدیث ۳۷۶ کتاب الطہارۃ باب السواک

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکامِ شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیتِ الٰہی کے تابع

ہے اللہ تعالیٰ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

(شرح مسلم سعیدی جلد ۱ص:۹۱۴)

حدیث نمبر ۱۱

خوشبو کو ہر نماز کے وقت فرض کرنے کا اختیار

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ وَالطِّيْبِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر مشقتِ امت کا خیال نہ ہوتو اپنی امت پر ہر نماز کے وقت مسواک اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابونعیم فی کتاب السواک بسند حسن وسعید بن منصور فی سننہ عن مکحول مرسلا ((الامن والعلیٰ ص:۱۷۵)

یہاں خوشبو کی فرضیت بھی زائد فرمادی۔

حدیث نمبر ۱۲:

تین نمازیں معاف کرنے کا اختیار

عن فضالة رضی الله تعالٰی عنهما قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللهُ تعالیٰ علیه و سلم فَاَسْلَمْتُ عَلَّمَنِیْ رَسُولُ اللهِ صلی اللهُ تعالیٰ علیه و سلم فَکَانَ فِیْمَا عَلَّمَنِیْ: وَحَافِظْ عَلَی الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ هٰذِهٖ سَاعَاتٌ لِیْ فِیْهَا اَشْغَالٌ فَمُرْنِیْ بِاَمْرٍ جَامِعٍ اِذَا اَنَا فَعَلْتُهٗ اَجْزَاَ عَنِّیْ . فَقَالَ : حَافِظْ عَلَی الْعَصْرَیْنِ – وَمَا کَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا– فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ ؟فَقَالَ : صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا .

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام قبول کیا تو آپ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور مجھے حکم دیا کہ پانچ نماز پڑھا کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ نماز کے اوقات ایسے ہیں جن میں میں کام میں مشغول ہوتا ہوں آپ مجھے کسی ایسے جامع کام کا حکم فرمائیں کہ جب میں وہ کرلوں تو یہ میری طرف سے کفایت کر جائے تو حضور ﷺ نے فرمایا: عصرین کی نمازوں پر پابندی کرلو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عصرین کیا ہیں کیونکہ عصرین ہماری لغت میں نہ تھا آپ نے ارشاد فرمایا: سورج نکلنے اور غروب ہونے سے قبل کی (دو) نمازیں

(ابوداؤد حدیث: ۴۲۸ کتاب الصلاۃ باب المحافظۃ فی وقت الصلوات، احمد حدیث ۱۸۵۴۵ ، (الامن والعلیٰ ص: ۱۷۱)

جو لوگ حضور ﷺ کو اپنی مثل کہتے ہیں کسی کو ایک رکعت یا ایک سجدہ معاف

کر کے دکھائیں تو پتہ چلے اگر حضور ﷺ بے اختیار تھے تو نمازیں کیسے معاف کر دیں اس لئے کوئی مانے نہ مانے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یارو مددگار بنایا

حدیث نمبر ۱۳:

زکوۃ اور جہاد معاف کرنے کا اختیار

عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ :((اَنَّ وَفْدَ ثَقِیْفٍ لَمَّا قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِیَکُوْنَ اَرَقَّ لِقُلُوْبِهِمْ، فَاشْتَرَطُوْا عَلَیْهِ اَنْ لَایُحْشَرُوْا وَلَایُعْشَرُوْا وَلَا یُجَبُّوْا،فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:لَکُمْ اَنْ لَا تُحْشَرُوْا وَلَا تُعْشَرُوْا ،وَلَاخَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْهِ رُکُوْعٌ)).

حضرت عثمان بن اَبی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہونگے ،زکوۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد میں شریک نہ ہونے اور زکوۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے لیکن اُس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ (اَبو داود حدیث:۳۰۲۶ کتاب الخراج باب ماجاء فی خبر الطائف (احمد۴/۲۱۸۔۱۷۲۳۵،شرح مسلم سعیدی۲/۶۸۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور اللہ کے اذن سے نماز وزکوٰۃ معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ورنہ وہ سوال ہی نہ کرتے اگر سوال کر ہی دیا تھا تو حضور ﷺ فرمادیتے میں بھی تم جیسا ہوں نمازیں یا زکوٰۃ معاف کرنا میرے اختیار سے باہر ہے لیکن حضور ﷺ نے زکوٰۃ اور جہاد معاف کر کے ثابت کردیا کہ میرے متعلق صحابہ کرام کا عقیدہ برحق ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہوں اس لئے جو عقیدہ صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کا وہی عقیدہ ہم اہل سنت والجماعت کا۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یارو مددگار بنایا

اسی لئے شارح بخاری علامہ امام احمد قسطلانی اور مفسرِ قرآن دولاکھ حدیث کے حافظ اور تین سو کتب کے رائٹر علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:-

مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ الْاَحْکَامِ.

کہ سید عالم ﷺ کو یہ منصب حاصل ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔ (خصائص کبریٰ مواہب اللدنیہ)

حدیث نمبر۱۴:

گھوڑوں اورغلاموں کی زکوٰۃ معاف کرنے کا اختیار

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ:

قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا وَلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے (خدمت کے) گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کردی پس چاندی کی زکوۃ ادا کرو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دوسو کو پہنچیں تو اُن میں پانچ درہم ہیں۔ (ترمذی حدیث: ۶۲۰ کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی زکوۃ الذہب والفضۃ مشکوۃ حدیث ۱۷۹۹ کتاب الزکوۃ باب مایجب فیہ الزکوۃ، ابن ماجۃ حدیث ۱۷۹۰، ابوداود حدیث: ۱۵۷۴، نسائی حدیث: ۲۴۷۶ (الامن والعلی ص: ۱۷۷) اس حدیث کو البانی صاحب نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہاں مرقات نے فرمایا: کہ حضور ﷺ احکامِ شرعیہ کے مالک ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردی یعنی اگر چاہتا تو ان سب کی زکوۃ واجب کردیتا۔

(مراۃ جلد ۳ ص ۳۲)

حدیث نمبر ۱۵

روزہ کا کفارہ سزا کو انعام سے بدلنے کا اختیار

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ :

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ، هَلَكْتُ . قَالَ: ((مَالَكَ)). قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ وَأَنَا صَائِمٌ . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:((هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا)).قَالَ: لا. قَالَ : ((فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ)). قَالَ: لا .فَقَالَ : ((هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْناً)).قال: لا .فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ. فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ اُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ – وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ – قال: ((اَيْنَ السَّائِلُ)).فَقَالَ: أنَا .قَالَ: ((خُذْهَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: اَعَلَى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَارسولَ اللهِ ؟. فَوَاللهِ مَابَيْنَ لابَتَيْهَا– يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ – اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ . فَضَحِكَ النبيُّ ﷺ حتّیٰ بَدَتْ اَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: ((اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ)).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضر ہو کر عرض گذار ہوا :-یارسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہوگیا-فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا-رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لئے ایک غلام میسر ہے عرض کی نہیں-فرمایا کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی نہیں-فرمایا کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض گذار ہوا نہیں نبی کریم ﷺ

کچھ توقف فرمایا ہم اسی حال میں تھے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک زنبیل لائی گئی جس میں کھوریں تھیں۔ زنبیل ایک پیمانہ ہے۔ فرمایا سائل کہاں ہے؟ عرض گذار ہوا کہ میں ہوں فرمایا اسے لے لو اور صدقہ کردو اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر صدقہ کروں؟ خدا کی قسم مدینہ کے دو کناروں یعنی دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے پھر فرمایا: اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (بخاری حدیث:۱۹۳۶ کتاب الصوم مسلم حدیث ۱۱۱۱ کتاب الصیام مشکوۃ حدیث ۲۰۰۴ کتاب الصوم باب تنزیہ الصوم (الامن والعلی ص:۱۶۳-۱۶۴)

یعنی اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھا لے اور گھر والوں کو بھی کھلا دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا یہ ہے حضور ﷺ کا اختیارِ خداداد، کہ مجرم کے لئے اُس کا کفارہ اُس کے لئے انعام بنا دیا، ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ، اپنی زکوٰۃ، نہ تو خود کھا سکتا ہے، نہ اس کے بیوی بچے، مگر یہاں اس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور خود ہی کھا رہا ہے۔ (مراۃ جلد ۳ ص ۱۶۲)

مجددِ دین وملت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہو گا سوا دومن خرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھا لو، کفارہ ادا ہو گیا۔ واللہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے۔ ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ ﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾ ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا (الفرقان: ۷۰) کی خلافتِ کبریٰ ہے ان کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے جبھی تو ارحم الراحمین نے گناہگاروں خطاواروں تباہ کاروں کو اُن کا دروازہ بتایا ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَ

﴿أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ﴾ کہ گنہگار تیرے دربار میں حاضر ہوکر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

یہی مضمون حدیث مسلم حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حدیث دار قطنی میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے ارشاد فرمایا!

﴿كُلْهُ أَنْتَ وَعِيَالُكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللهُ عَنْكَ.﴾

ترجمہ: تو اور تیرے اہل و عیال یہ خرمے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا فرمادیا۔ ہدایہ میں ہے

﴿كُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ تَجْزِئُكَ وَلَا تَجْزِئُ أَحَدًا بَعْدَكَ.﴾

ترجمہ: تو اور تیرے بال بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے سوا اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔ سنن ابی داود میں ابن شہاب زہری تابعی سے ہے

إِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيْرِ. (ابوحدیث-۲۳۹۱-باب کفارة من اتی اہلہ فی رمضان)

یہ خاص اُسی شخص کے لئے رخصت اور (اجازت) تھی اور اگر آج کوئی شخص ایسا کرے تو اسے کفارہ سے چارہ نہیں۔ امام سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا۔ (الامن والعلی ص:۱۶۳-۱۶۴)

حدیث نمبر ۱۶

ابوبُردہ کے لئے چھ ماہہ بکری کی قربانی جائز فرمادی

عن البراء رضی اللہ عنہ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ النَّحْرِ قَالَ:

إِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِاَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ خَالِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، اَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اُصَلِّيَ، وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌمِنْ مُسِنَّةٍ ، قَالَ : ((اجْعَلْهَا مَكَانَهَا - أَوْ قَالَ: اذْبَحْهَا -وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ)).

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے روز نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا::-اس روز جس کام سے ہم ابتداء کریں یہی ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر واپس جا کر قربانی کریں جس نے اسی طرح کیا اُس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی تو وہ یہ گوشت ہے جس کو اُس کو اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کر لیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں پس میرے ماموں ابو بُردہ بن نیار کھڑے ہو کر عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ! میں نے نماز سے قبل قربانی کر لی ہے اور میرے پاس چھ ماہہ بکری ہے جو ایک سال کی بکری سے بہتر ہے فرمایا تم یہ اس کی جگہ ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہہ بکری کی قربانی کسی کے لئے درست نہیں

ہوگی۔(بخاری حدیث ۹۶۸ کتاب العیدین باب التکبیر للعید، مسلم حدیث ۱۹۶۲، مشکوۃ ۱۴۳۵)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے خُصُوْصِیَّۃٌ لَہٗ لَا تَکُوْنُ لِغَیْرِہٖ اِذْ کَانَ لَہٗ ﷺ اَنْ یَخُصَّ مَنْ شَآءَ بِمَنْ شَآءَ مِنَ الْاَحْکَامِ ۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے یہ ایک خصوصیت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی ﷺ کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔(الامن والعلی ص:۱۵۹)

حدیث نمبر ۱۷

ام عطیہ کو ایک جگہ نوحہ کرنے کی رخصت بخش دی

عن ام عطیہ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الایَۃَ:

﴿یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ﴾

(سورۃ الممتحنۃ آیت ۱۲) قَالَتْ: کَانَ مِنْہُ النِّیَاحَۃُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا آلَ فُلَانٍ، فَاِنَّھُمْ کَانُوْا اَسْعَدُوْنِیْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَلَا بُدَّ لِیْ مِنْ اَنْ اُسْعِدَھُمْ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا آلَ فُلَانٍ ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (ترجمہ) عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی (الی قولہ) اور نہ کسی کام میں نافرمانی کریں گی۔ان باتوں میں نوحہ کی ممانعت بھی تھی حضرت ام عطیہ نے کہا میں سوائے فلاں قبیلہ کے نوحہ نہیں کرونگی کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا پس

میرے لئے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون کروں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس قبیلہ کے (باقی میں اجازت نہیں)۔ (مسلم حدیث ۹۳۷ کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ)

امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں یہ حضور ﷺ نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آل فلاں کے بارے میں ﴿وَلِلشَّارِعِ اَنْ یَخُصَّ مِنَ العُمُوْمِ مَاشَآءَ.﴾ نبی ﷺ کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہیں خاص فرمادیں۔ (شرح مسلم نووی جلد ۲ ص: ۵۳۳، الامن والعلیٰ ص ۱۶۰)

اس حدیث کی ایمان افروز تشریح

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس فرد کو چاہیں خاص کرلیں۔

(۱)

چھ ماہ بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔ (حدیث بخاری ۹۶۸) الامن والعلیٰ: ۱۵۹

(۲)

مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازے کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابو بکر کو دروازہ رکھنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری حدیث: ۳۹۰۴ مسلم ۲۳۸۲ مشکوۃ: ۶۰۱۹)

(۳)

حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم ممنوع ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست

پر رسول اللہ ﷺ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔

بخاری حدیث ۳۱۸۹، مسلم ۱۳۵۳ مشکوۃ ۲۷۱۵) الامن والعلی: ۱۵۵

(۴)

ہر عورت کو شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء بنت عمیس پر سوگ معاف فرمادیا۔ (شرح زرقانی علی الواہب جلد ۵ ص: ۳۲۵) (طبقات ابن سعد، الامن والعلی: ۱۶۱)

(۵)

مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا۔ (ابوداود حدیث ۲۱۱۱-۲۱۱۳ کتاب النکاح باب قلۃ المہر، الامن والعلی: ۱۶۲)

(۶)

نکاح کے لئے کم از کم دس درہم ضروری ہیں لیکن حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لئے صرف ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو مہر قرار دیا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۵ ص: ۳۲۸،)

(۷)

ایک صحابی اور صحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرمادیا۔

(ابوداود حدیث ۲۱۱۷ کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقات)

(۸)

روزہ کے کفارہ کیلئے صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لئے کھانا جائز قرار دیا۔ (بخاری حدیث: ۱۹۳۶ کتاب الصوم مسلم حدیث ۱۱۱۱ کتاب الصیام مشکوۃ حدیث ۲۰۰۴ کتاب الصوم باب تنزیہ الصوم الامن والعلی ص: ۱۶۳-۱۶۴)

(۹)

دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلہ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضاعی ماں بنا دیا۔ (مسلم ۱۴۵۳-۱۴۵۴ کتاب الرضاع باب رضاعۃ الکبیر، الامن والعلی ص: ۱۶۴)

(۱۰)

مردوں کے لئے ریشم پہننا بالعموم حرام فرمادیا (ترمذی ۱۷۲۰) لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو خارش کی بنا پر ریشم پہننے کی اجازت دی۔

(بخاری ۵۸۳۹ کتاب الأشربۃ، مسلم ۲۰۷۶ کتاب اللباس، مشکوۃ ۴۳۲۶، الامن والعلی ۱۶۵)

(۱۱)

مردوں کے لئے سونا بالعموم حرام کردیا لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی۔ (احمد ۱۸۱۲۸ سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۱۷۵۱، الامن والعلی: ۱۶۶) ابن ابی شیبہ ۸/۲۸۱

(۱۲)

بغیر جہاد کے کسی شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (آپ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بنا پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔

(بخاری حدیث ۳۶۹۸ کتاب المناقب، مشکوۃ ۶۰۸۰، أبوداود حدیث ۲۷۲۶ کتاب الجہاد، مشکوۃ ۴۰۳۱،

الامن والعلیٰ ص:۱۶۹)

(۱۳)

قاضی کے لئے بالعموم تحائف لینا جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تحائف لینے کی اجازت دی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۵ ص:۳۲۸، الامن والعلیٰ ص:۱۶۹، ۱۷۷)

(۱۴)

میت پر نوحہ کرنا منع ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلاں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لئے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ نے اُن کے لئے نوحہ کرنے کی اجازت دے دی۔

(مسلم حدیث ۹۳۷ کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ، احمد ۲۰۲۸۲، الامن والعلیٰ ص ۱۶۰)

(۱۵)

ہر مسلمان پر روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلوع آفتاب کے وقت روزہ رکھنے کی اجازت دی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۵ ص: ۳۲۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۶)

رمی جمرات کے دوران منیٰ میں رات گذارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس اور بنو ہاشم کے ذمہ زمزم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لئے آپ نے انہیں ان ایام میں رات کو منیٰ سے جانے کی اجازت دے دی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۵ ص:۳۲۸،)

(۱۷)

اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ جنگ میں نماز کو قصر کرنے کی اجازت دی ہے (سورۃ النساء،

آیت ۱۰۱) لیکن آپ نے سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالتِ امن ہو یا جنگ۔
(مسلم حدیث ۶۸۶، مشکوۃ ۱۳۳۵ باب صلاۃ السفر)

(۱۸)

قرآن مجید نے بیٹی، ازواج اور چچا کے لئے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے لیکن آپ ﷺ نے اپنے ترکہ سے ورثاء کو حصص دینے سے منع فرمادیا۔ (بخاری ۶۷۲۹-۶۷۳۰، مشکاۃ حدیث ۵۹۷۵)

(۱۹)

قران مجید نے ہر نماز کے لئے الگ الگ وقت معین کئے ہیں (سورہ النساء : ۱۰۳) لیکن آپ ﷺ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کر دیا۔ (بخاری شریف جلد ۱ ص: ۲۲۵)

(۲۰)

قرآن مجید نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی (سورہ بقرۃ آیت ۲۸۲) لیکن آپ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اکیلی اور تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔
(ابوداود حدیث ۳۶۰۷، الامن والعلی ص ۱۶۲)

(۲۱)

قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی (سورۃ النساء ۳) لیکن آپ ﷺ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا۔
(بخاری حدیث ۳۱۱۰، ابوداود ۲۰۶۹-۲۰۷۰)

(۴۲)

قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا (سورہ مائدہ آیت ٦) لیکن آپ ﷺ نے پیروں کو دھونے کی جگہ موزوں پر مسح بھی جائز قرار دیا۔

(مسلم ٢٧٦، مشکوٰۃ ٥١٧، الامن والعلی: ١٧٢)

(۴۳)

قرآن کریم نے حالت جنابت (جب غسل فرض ہو) میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرما دیا (نساء: ۴۳) لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے علاوہ حضرت علی حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ (ترمذی ٣٧٢٧، مشکوٰۃ ٦٠٩٨، طبرانی، الامن والعلی: ١٦٥)

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہم نے اس پر بکثرت مثالیں پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس کو چاہیں خاص فرما لیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف احکام شرعیہ بیان کرنے کے لئے ہی نہیں بلکہ احکامِ شرعیہ کا واضع اور شارع بنا کر بھیجا ہے۔ (شرح مسلم سعیدی جلد ٢ ص: ٧٨٤-٧٨٦)

حدیث نمبر ۱۸:

شفاعت اور نصف امت کی بخشش میں اختیار

عن عوفِ بنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

اَتَانِیْ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یُدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِی الْجَنَّةَ وَبَیْنَ

الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَايُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئاً.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے نصف امت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا تو میں نے شفاعت اختیار فرمائی یہ شفاعت اس شخص کے لئے ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

(ترمذی حدیث ۲۴۴۱ کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعہ، ابن ماجۃ حدیث ۴۳۱۷ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعۃ، مشکوۃ حدیث ۵۶۰۰ کتاب صفۃ القیامۃ باب الحوض والشفاعۃ)

حدیث نمبر ۱۹

اختیار نبی ﷺ کے متعلق حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ

عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَعَدَنِي اَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي اَرْبَعَمِائَةِ اَلْفٍ بِلا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوبَكرٍ زِدْنَا يارسولَ اللهِ قَالَ وَهٰكَذَا وَجَمَعَ كَفَّهُ قَالَ زِدْنَا يارسولَ اللهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ حَسْبُكَ يا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ ابوبكرٍ دَعْنِي يا عُمَرُ مَا عَلَيْكَ اَنْ يُدْخِلَنَا اللهُ عزوجل الْجَنَّةَ كُلَّنَا فَقَالَ عمرُ إن اللهَ عزوجل إِنْ شَآءَ اَدْخَلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَّاحِدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ عُمَرُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا تو جنابِ ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے اور اس طرح پھر

آپ نے اپنے ہاتھ کو ملایا حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے فرمایا اور ایسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر تمہیں کافی ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔ (احمد حدیث ۱۲۳۸۴، شرح السنۃ، مشکوٰۃ حدیث ۵۶۰۳ کتاب صفۃ القیامۃ باب الحوض والشفاعۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا حضور ﷺ بغیر حساب والے جنتیوں کی تعداد اور بڑھا سکتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ آپ کی بات ٹالتا نہیں جو تم کہتے ہو وہی رب کرتا ہے

﴿ وَلَسَوفَ يُعطِيكَ رَبُّكَ فَتَرضَى ﴾

اگر ابوبکر کا یہ عقیدہ ہوتا کہ نبی ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو وہ کبھی عرض نہ کرتے

﴿ زِدْنَا يَارَسُولَ الله ﴾

اور جب انہوں نے یہ عرض کیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ اُن کا بھی یہ عقیدہ تھا

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر یہ اجمال رہنے دو تصریح نہ کرو، تا کہ ہم خوف و امید پر رہیں، اعمال کئے جائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! ذرا خاموش تو رہو، میں حضور ﷺ سے ساری امت کے لئے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں، اے عمر! تمہارا اس میں کیا بگڑتا ہے کہ ساری امتِ محمدیہ بے حساب جنتی ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو بکر! تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہو گیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور ﷺ نے ذکر نہیں فرمایا۔

خیال رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی عرض و معروض میں غلبہء امید کی جھلک ہے اور حضرت فاروق کی عرض و معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دیئے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت محبوبوں کی محبوبیت گرتے کے سہارا دینے والے ڈوبتوں کو ترانے کا ظہور کیسے ہو، اس لئے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی گئی بہر حال اس سے شیخین کا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ اگر چاہیں تو ساری امت کو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کروا دیں لیکن چونکہ حضور ﷺ نے مقام محمود پر مبنوث ہونا تھا، اس لئے آپ نے حضرت عمر کے قول کی تائید فرمادی۔

حدیث نمبر ۲۰:

انبیاء کرام کی موت اختیاری

عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ (مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ) فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بیمار ہوتے کوئی نبی مگر انہیں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے اور آپ اس مرض میں تھے جس میں وصال ہوا تو آپ کو سخت خراٹے نے پکڑ لیا میں نے آپ کو کہتے

سنا:-

(مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ)

ترجمہ: ﴿ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین﴾ تو میں نے جان لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا۔

(بخاری حدیث ۴۵۸۶ کتاب تفسیر القرآن، مسلم حدیث ۲۴۴۴-مشکوۃ حدیث ۵۹۶۰ کتاب الفضائل)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ساری مخلوق کی موت اضطراری ہوتی ہے مگر حضرات انبیاء کرام کی موت اختیاری، کہ پہلے انہیں رب کی طرف سے اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا ہی میں رہیں چاہیں تو ہمارے پاس آجائیں۔ جو کہتے ہیں نبی ہماری طرح ہوتے ہیں وہ اس حدیث میں غور کریں کہ وہ حضرات زندگی و موت اور ان کے ہر شعبہ میں دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (مراۃ جلد ۸ ص ۲۸۹)

حدیث نمبر ۲۱:

نبی کریم ﷺ کو زندگی موت کا اختیار

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنه أنّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ:

إِنَّ عَبْداً خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكَى أَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ، فَقَالَ النَّاسُ: أُنْظُرُوْا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللهِ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ

ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اختیار دیا کہ اسے دنیا کی تروتازگی اتنی عطا کرے جتنی وہ چاہے یا وہ نعمتیں جو اس کے پاس ہیں، تو اس بندے نے اللہ کے پاس کی نعمتیں اختیار کرلیں۔ حضرت ابو بکر رونے لگے عرض کیا آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا۔ ہم نے ان پر تعجب کیا، لوگ بولے، ان بزرگ کو تو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ تو اس بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اُسے دنیا کی سرسبزی دے اور وہ جو اُس کے پاس ہے وہ دے، اور آپ کہتے ہیں آپ پر ہمارے ماں باپ فدا۔ پھر پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت، ابو بکر ہم سب میں زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری حدیث ۳۹۰۴ کتاب المناقب، مسلم حدیث ۲۳۸۲، مشکوٰۃ حدیث ۵۹۵۷ کتاب الفضائل)

اس حدیث شریف سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو زندگی موت کا اختیار دیا تھا اور آپ ﷺ کو اپنی وفات کا بھی علم تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے کیونکہ اس تقریر کے پانچ دن بعد حضور ﷺ کا وصال شریف ہوگیا، تو صحابہ کرام کو پتہ چلا کہ وہ جس کو زندگی موت کا اختیار دیا گیا تھا وہ کوئی اور آدمی نہ تھا، بلکہ حضور ﷺ ہی تھے اور ابو بکر کے علم و فضل کو تمام صحابہ کرام نے تسلیم کرلیا اور حضور ﷺ نے بھی حضرت ابو بکر کو ہی مصلّیٰ امامت عطا فرمایا کیونکہ امام وہی بنایا جاتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو۔

حدیث نمبر۲۲:

دنیا میں ہمیشہ کی زندگی کا اختیار

عن أبی مویهبة رضی الله عنه قَالَ :

بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لأَهْلِ الْبَقِيعِ فَانْطَلِقْ مَعِيْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيْهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ وَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذَالِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّي عزوجل وَالْجَنَّةِ قَالَ قُلْتُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ فَخُذْ مَفَاتِيْحَ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيْهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ قَالَ: لا وَاللهِ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي عزوجل وَالْجَنَّةَ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ لأَهْلِ الْبَقِيعِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَبُدِئَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ قَضَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ حِيْنَ أَصْبَحَ.

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت مویہبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آدھی رات کے وقت اُٹھایا اور فرمایا: بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لئے بخشش کی دعا مانگوں چنانچہ تم بھی میرے ساتھ چلو میں آپ کے ساتھ چل پڑا پھر آپ ﷺ میرے طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے ابومویہبہ! مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں ہیں اور دنیا میں ہیشگی، پھر جنت اور مجھے اس کے اور اپنے رب کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کہ آپ۔ دنیا کی کنجیاں اور اس میں ہیشگی اور پھر جنت کو اختیار فرمالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ کی

قسم میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا ہے پھر آپ نے اہل بقیع کے لئے استغفار کیا اور واپس لوٹے جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ اُس درد میں مبتلا ہو گئے جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ (مسند احمد: حدیث-۱۵۴۲۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر آپ زندہ رہنا چاہیں تو قیامت تک رہ سکتے ہیں اور یہ زندگی مجبوری اور بے اختیاری کی نہیں ہوگی بلکہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا فرما دی گئیں لیکن آپ ﷺ نے زمین کے خزانوں کی چابیاں اپنے غلاموں کے لئے چھوڑ کر خود اپنے رب کی ملاقات کو اختیار فرما لیا ۔

تاجِ شاہی غلاموں کے سر پر
پھر بھی ہیں گھر میں فاقے برابر
دونوں عالم کے مختار ہو کر
گھر میں ساماں ہیں سادگی کے

حدیث نمبر ۲۳

حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت کے وقت اور موت کی جگہ میں اختیار دیا جاتا ہے۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:
جَـآءَ مَلَكُ الْـمَـوْتِ إِلَـى مُوْسٰى عليه السلام ، فَقَالَ لَهُ : أَجِبْ رَبَّكَ . قَالَ:

فَلَطَمَ موسیٰ علیہ السلامُ عَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا. فَقَالَ: فَرَجَعَ الْمَلَکُ إِلَى اللهِ تعالی، فَقَالَ: إِنَّکَ أَرْسَلْتَنِی إِلَیٰ عَبْدٍ لَکَ لا یُرِیْدُ الْمَوْتَ، وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِی. قَالَ: فَرَدَّ اللهُ إِلَیْهِ عَیْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى عَبْدِی، فَقُلْ: الْحَیَاةَ تُرِیْدُ؟ فَإِنْ کُنْتَ تُرِیْدَ الْحَیَاةَ فَضَعْ یَدَکَ عَلَی مَتْنِ ثَوْرٍ، فَمَا تَوَارَتْ یَدَکَ مِنْ شَعْرَةٍ فَإِنَّکَ تَعِیْشُ بِهَا سَنَةً، قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ تَمُوْتُ، قَالَ: فَالآنَ مِنْ قَرِیْبٍ، رَبِّ أَمِتْنِی مِنَ الأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ. قَالَ رسولُ الله ﷺ: وَاللهِ لَوْ أَنِّیْ عِنْدَهُ لأَرَیْتُکُمْ قَبْرَهُ إِلَی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الأَحْمَرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا اور کہا اپنے رب کے پاس چلئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے تھپڑ مار کر اُس کی آنکھ نکال دی۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس واپس آ گئے اور کہا تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اُس نے میری آنکھ نکال دی، اللہ تعالیٰ نے اُس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور کہو: آپ حیات کا ارادہ رکھتے ہیں اگر آپ کا زندگی کا ارادہ ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیے، جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئینگے، اتنے سال آپ کی عمر بڑھادی جائے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا؟ پھر آپ کو موت آئے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اب قریب ہی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! ارضِ مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا اگر میں اس جگہ

ہوتا تو تم کو کثیب احمر کے پاس راستہ کی ایک جانب اُن کی قبر دکھاتا۔

(مسلم حدیث ۲۳۷۲ کتاب الفضائل، بخاری حدیث ۱۳۳۹ مشکوۃ ۵۷۱۳)

معلوم ہوا کہ مقبولوں کی دعا بلکہ ان کی خواہش سے عمریں بڑھ جاتی ہیں، آئی قضا ٹل جاتی ہے، آفتیں دور ہو جاتی ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر پوری ہو چکی، لیکن اگر آپ زندگی چاہتے تو ہزار سال عطا ہو جاتی بلکہ اس ملک الموت کے آنے جانے اور عرض معروض کرنے کی بقدر قضا ٹلی رہی۔ (مراۃ جلد ۷ص:۵۸۲)

معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ ''کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا'' قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں:

''ان کی صرف آنکھ نکلی کیونکہ وہ ملک الموت تھے ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے'' (اللہ اللہ! یہ بازوئے کلیم کی طاقت تھی سوچئے پھر بازوئے حبیب کی قوت کا کیا عالم ہوگا۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب میں اس لئے آئے کہ ملک الموت کا طریقہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کے پاس جا کر انہیں یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ زندگی اور موت میں سے جسے چاہیں اختیار کرلیں۔ ملک الموت علیہ السلام نے اس طریقہ کو ترک کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے صرف موت کو پیش کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب میں آئے اور ملک الموت کے ایک تھپڑ مار دیا۔

اس حدیث میں صالحین کے قرب کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔ (فیض الباری جلد ۲ص:۴۷۶)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فضیلت والے مواضع اور صالحین کے مدفن کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب دفن ہونے کی تمنا اس لئے کی تھی کہ وہاں انبیاء اور صالحین کی قبریں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص: ۱۵۰)

معلوم ہوا کہ قبروں سے تبرک حاصل کرنا سنتِ انبیاء ہے

وراثت انبیاء و اولیاء:

تمام اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ولی کجھور کے چھلکے تک کے مالک نہیں اور بتوں والی آیات نبیوں ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبیؑ ولیؒ اللہ کی عطا سے نہ صرف زمین بلکہ جنت کے بھی وارث ہیں، قرآن وحدیث اس پر گواہ ہیں۔ شروع میں گیارہ آیات ذکر کی گئی ہیں اس کے ساتھ یہ آیات بھی ہیں:۔

﴿ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ ﴾

ترجمہ: اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ (سورۃ الانبیاء آیت-۱۰۵)

﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴾

ترجمہ: یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیزگار رہے۔ (سورۃ مریم آیت-۶۳)

اور وارث کو اپنی وراثت پر پورا اختیار ہوتا ہے اور بت چونکہ پلید اور دشمن خدا ہیں اس لئے وہ کسی چیز کے وارث بھی نہیں۔ اور نبی، ولی، صالحین متقین اور محبوبانِ خدا ہیں

اس لئے وہ زمین وآسمان کے وارث ہیں اور انہیں زمین وآسمان پر اختیار بھی حاصل ہے اگر نبی ﷺ کو زمین پر اختیار نہ ہوتا تو جبل احد کو پاؤں کی ٹھوکر مار کر کیسے روکتے اور درختوں کو اپنے پاس کیسے بلاتے اور کنکریوں کو اپنا کلمہ کیسے پڑھواتے ۔اور چاند کے دو ٹکڑے کیسے کرتے اور ڈوبے ہوئے سورج کو کیسے واپس لاتے، کھاری کنوئیں کیسے میٹھا کرتے، انگلی کے اشارے سے بارش کو کیسے روکتے اور نماز پڑھاتے ہوئے جنت سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیسے کرتے، یہ سارے اختیارات آپ کو حاصل تھے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:۔

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾

ترجمہ: (اے محبوب!) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

حدیث نمبر ۲۴:

زمین کے خزانوں کی کنجیاں

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِيْ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا میری رعب کے ذریعے مدد کی گئی اور خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

(بخاری حدیث :۲۹۷۷ کتاب الجہاد ، مسلم ۵۲۳ کتاب المساجد ، مشکوۃ حدیث ۵۷۴۹ کتاب الفضائل

،(جوامع الکلم سے مرادزیادہ معانی پر مشتمل کم عبارت ہے)

یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں۔خیال رہے کہ تمام زمینی اور دریائی مخلوقات زمینی خزانے ہیں ان کی چابیاں آپ کو دیئے جانے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو ان سب کا مالک بنادیا اور مالک بھی اختیار والا کہ آپ لوگوں کو اپنے اختیار سے تقسیم فرمادیں۔

اس حدیث کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔

حضور ﷺ بہ عطائے الٰہی اللہ کے سارے خزانوں کے مالک ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب نے حضور ﷺ سے جنت مانگی جو منظور فرمالیا گیا۔

(مراۃ شرح مشکوۃ مفتی احمد یار خاں صاحب جلد ۸ ص:۱۱)

حدیث نمبر ۲۵

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: إِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وَإِنِّيْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز شہدائے احد پر نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا ''میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں'' اور ایک روایت میں ہے (میری تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اُسے اب بھی اس جگہ پہ کھڑے ہو کر دیکھ رہا ہوں) ''اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔'' (بخاری حدیث: ۱۳۴۴ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید، بخاری ۴۰۴۲ کتاب المغازی باب غزوۃ احد، مسلم حدیث: ۲۲۹۶ کتاب الفضائل، مشکوۃ حدیث: ۵۹۵۸ کتاب الفضائل باب الوفاۃ ، ابوداود حدیث (۳۲۲۳) نسائی حدیث (۱۹۵۳)

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

حدیث نمبر ۲۶:

سرخ وسفید دوخزانے عطا کردیئے گئے

عن ثوبان رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

إِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الأَحْمَرَ وَالأَبْيَضَ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا، اور میں نے اس کے تمام مشارق ومغارب کو دیکھ لیا، اور جو زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، اور مجھے سرخ وسفید دوخزانے دیئے گئے۔

(مسلم حدیث: ۲۸۸۹ کتاب الفتن، مشکوۃ حدیث: ۵۷۵۰ کتاب الفضائل، کتاب التوحید ص: ۸۷)

اس حدیث کے تحت شیخ علی قاری فرماتے ہیں کہ ساری زمین حضور انور ﷺ کے سامنے کردی گئی جیسے آئینہ دار کے ہاتھ میں آئینہ (مرقاۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

حضور ﷺ کو مشرق و مغرب کی سلطنت عطا کی گئی۔(اشعۃ اللمعات)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان، مشرق و مغرب حضور ﷺ کی نظر میں بھی ہیں اور حضور ﷺ کے تصرف میں بھی، سمیٹ دینے اور دکھا دینے سے یہ دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ حاضر و ناظر کے یہ ہی معنی ہیں، مشرق و مغرب دیکھ لینے کے معنی ہیں کہ میں نے ساری زمین دیکھ لی، اُس کا کوئی ذرہ چھپا نہیں رہا، یہاں سمیٹ دینے دکھا دینے کا ذکر تو ہوا مگر بعد میں چھپا لینے کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات حضور انور ﷺ کے سامنے ہے۔

سرخ خزانہ سے مراد کسریٰ شاہ فارس کے خزانے ہیں، جن میں سونا زیادہ تھا اور سفید خزانہ سے مراد روم کے خزانے ہیں، جن میں چاندی زیادہ تھی اور یہ دونوں ملک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے اور حضور انور ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔(مراۃ شرح مشکوۃ مفتی احمد یار خاں صاحب جلد ۸ ص:۱۱)

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حدیث نمبر ۲۷:

ملک شام، فارس اور یمن کی چابیاں عطا کر دی گئیں

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحَفْرِ الْخَنْدَقِ وَعَرَضَ لَنَا صَخْرَةٌ فِي مَكَانٍ مِنَ الْخَنْدَقِ لَا تَأْخُذُ فِيهَا الْمَعَاوِلُ فَشَكَوْهَا إِلَى

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ هَبَطَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَأَخَذَ الْمِعْوَلَ فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ فَضَرَبَ ضَرْبَةً فَكَسَرَ ثُلُثَ الْحَجَرِ وَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ قُصُوْرَهَا الْحُمْرَ مِنْ مَكَانِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَرَبَ أُخْرٰى فَكَسَرَ ثُلُثَ الْحَجَرِ فَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ فَارِسَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ الْمَدَائِنَ وَأُبْصِرُ قَصْرَهَا الْأَبْيَضَ مِنْ مَكَانِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرٰى فَقَلَعَ بَقِيَّةَ الْحَجَرِ فَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْيَمَنِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُبْصِرُ أَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَكَانِي هٰذَا.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خندق میں کھدائی کے دوران ایک ایسا پتھر پیش آ گیا جہاں کدال کام نہیں کرتی تھی ،تو صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی بے بسی کی شکایت کی ،تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے کدال پکڑی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی تو ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا،تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا مجھے ملک شام کی چابیاں عطا کر دی گئیں ہیں، خدا کی قسم یقیناً میں اُس کے سرخ محلات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر دوسری ضرب لگائی تو دو تہائی پتھر ٹوٹ گیا،تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا مجھے ملک فارس کی چابیاں عطا کر دی گئیں ہیں، خدا کی قسم یقیناً میں مدائن اور اُس کے سفید محلات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر ایک اور ضرب لگائی تو باقی پتھر بھی ٹوٹ گیا تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا مجھے ملک یمن کی چابیاں عطا کر دی گئیں ہیں، خدا کی قسم یقیناً

میں صنعاء کے دروازوں کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد ۱۸۲۱۹، نسائی ۳۱۷۶ کتاب الجہاد باب غزوۃ الترک، مختصر سیرۃ رسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص: ۳۶۵ باب غزوۃ الخندق)

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

حدیث نمبر ۲۸

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر خدمت میں حاضر کی گئیں

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اُوْتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَ نِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں، جبریل لے کر آئے اُس پر نازک ریشم کا زین پوش بنقش و نگار پڑا تھا۔ (احمد حدیث: ۱۳۹۸۹، ابن حبان، صحیح مختارہ، ابو نعیم دلائل النبوۃ)

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حدیث نمبر ۲۹:

کس جگہ اور کہاں؟ تیرا قبضہ نہیں

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: إنّ آمِنَةَ رضی اللہ عنہا.................. فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ بَطْنِى نَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا آنا بِهِ سَاجِدًا ثُمَّ رَأَيْتُ سَحَابَةً بَيْضَاءَ قَدْ أَقْبَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ حَتّٰى غَشِيَتْهُ فَغَيَّبَ عَنْ وَجْهِى وَسَمِعْتُ مُنَادِيًا يُنَادِىْ طُوْفُوْا بِمُحَمَّدٍ شَرْقِ الأَرْضِ وَغَرْبِهَا وَأَدْخِلُوْهُ الْبِحَارَ لِيَعْرِفُوْهُ بِاسْمِهٖ وَنَعْتِهٖ وَصُوْرَتِهٖ وَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ سُمِّىَ فِيْهَا الْمَاحِى لَا يَبْقٰى شَىْءٌ مِنَ الشِّرْكِ إِلَّا مُحِىَ فِى زَمَنِهٖ ثُمَّ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَإِذَا أَنَا بِهٖ مُدْرَجٌ فِى ثَوْبِ صُوْفٍ أَبْيَضَ وَتَحْتَهُ حَرِيْرَةٌ خَضْرَآءُ وَقَدْ قَبَضَ عَلٰى ثَلَاثَةِ مَفَاتِيْحِ مِنَ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ وَإِذَا قَائِلٌ يَقُوْلُ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰى مَفَاتِيْحِ النُّصْرَةِ وَ مَفَاتِيْحِ الرِّيْحِ وَ مَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ أَقْبَلَتْ سَحَابَةٌ أُخْرٰى حَتّٰى غَشِيَتْهُ فَغَيَّبَ عَنْ عَيْنِىْ وَسَمِعْتُ مُنَادِيًا يُنَادِىْ طُوْفُوْا بِمُحَمَّدِنِ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ وَعَلٰى مَوَالِيْدِ النَّبِيِّيْنَ وَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كُلِّ رُوْحَانِىٍّ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ وَالسِّبَاعِ وَأَعْطُوْهُ صَفَاءَ آدَمَ وَرِقَّةَ نُوْحٍ وَخُلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ وَلِسَانَ إِسْمَاعِيْلَ وَبُشْرٰى يَعْقُوْبَ وَجَمَالَ يُوْسُفَ وَصَوْتَ دَاوُدَ وَصَبْرَ أَيُّوْبَ وَزُهْدَ يَحْيٰى وَكَرْمَ عِيْسٰى وَاغْمِرُوْهُ فِى أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَإِذَا أَنَا بِهٖ قَدْ قَبَضَ

عَلٰی حَرِیْرَۃٍ خَضْرَآءَ مَطْوِیَّۃٌ وَاِذَا قَائِلٌ یَقُوْلُ بَخٍ بَخٍ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَی الدُّنْیَا کُلِّھَا لَمْ یَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَھْلِھَا اِلَّا دَخَلَ فِی قَبْضَتِہٖ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب حضور ﷺ میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہوئے ہیں، پھر آسمان سے ایک سفید بادل نے آکر حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا کہ آپ ﷺ میرے سامنے سے غیب ہو گئے، پھر میں نے ایک منادی کو پکارتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کو مشرق ومغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ تا کہ لوگ آپ ﷺ کے نام آپ ﷺ کی صورت اور آپ ﷺ کی نعت سے واقف ہو جائیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کا نام ,,ماحی،، ہے آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں شرک کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ ایک اُونی سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور ﷺ کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد ﷺ نے قبضہ کر لیا ہے۔

پھر اور ابر نے آکر حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا کہ آپ ﷺ میری نگاہ سے غیب ہو گئے پھر میں نے ایک منادی کو پکارتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کو مشرق ومغرب کی سیر کراؤ، انبیاء علیہم السلام کی ولادت گاہوں میں لے جاؤ اور جن وانس، پرندوں اور درندوں اور ہر روحانی کے پاس لے جاؤ۔

اور انہیں آدم علیہ السلام کا صفاء، نوح علیہ السلام کی رقت، ابراہیم علیہ السلام کی خُلت، اسماعیل علیہ السلام کی زبان، یعقوب علیہ السلام کی مسرت، یوسف علیہ السلام کا جمال، داؤد علیہ السلام کی آواز، ایوب علیہ السلام کا صبر، یحیٰی علیہ السلام کا زُہد، اور عیسیٰ علیہ السلام کا کرم عطا کردو اور انہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق کا نمونہ بنادو۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا کپڑا حضور ﷺ کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد ﷺ کی مٹھی میں آ گئی زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اُن کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص: ۸۱ باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ ﷺ، ابونعیم مواہب اللدنیہ ص ۱۲۰، الامن والعلیٰ ص ۷۷، ماثبت بالسنۃ ص ۲۸۴)

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یارو مددگار بنایا

حدیث نمبر ۳۰:

حضور ﷺ اللہ کے نائب ہیں

قال عبد الله بن عباس رضی الله عنهما قَالَ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ:-

اَبْشِرْ يَا مُحَمَّدُ فَمَا بَقِيَ لِنَبِيٍّ عِلْمٌ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيْتَهُ فَأَنْتَ أَكْثَرُهُمْ عِلْمًا وَأَشْجَعُهُمْ قَلْبًا مَعَكَ مَفَاتِيْحُ النَّصْرِ قَدْ أُلْبِسْتَ الْخَوْفَ وَالرُّعْبَ لَا يَسْمَعُ أَحَدٌ بِذِكْرِكَ إِلَّا وَجِلَ فُؤَادُهُ وَخَافَ قَلْبُهُ وَإِنْ لَمْ يَرَكَ يَا خَلِيْفَةَ اللهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رضوان خازن جنت نے کہا اے محمد ﷺ تمہیں بشارت ہو کہ ہر نبی کا علم آپ ﷺ کو عطا کر دیا گیا ہے آپ ﷺ ان میں سب سے زیادہ علم والے اور اُن میں سب سے زیادہ بہادر ہیں حضور ﷺ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں، رعب و دبدبہ کا جامہ آپ کو پہنایا گیا ہے، جو حضور کا چرچا سُنے گا اُس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اُٹھے گا اگرچہ حضور ﷺ کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب ﷺ۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص: ۸۴ باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ ﷺ)

ابر جود و عطا کس پہ برسا نہیں
تیرا لطف و کرم کس پہ دیکھا نہیں
کس جگہ اور کہاں تیرا قبضہ نہیں،
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایمان کا آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آ گیا، کیا اللہ کا نائب ایسا ہی چاہیے کہ "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ ایک دنیا کے کتے کا نائب کسی صوبہ کا، اُس کی طرف سے وہاں کے سیاہ و سپید کا مختار ہوتا ہے۔ مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے؟ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ (ان بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدر نہ جانی) واللہ، اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا ﷺ. (الامن والعلی ص ۷۸)

حدیث نمبر ۳۱:

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا

عن معاوية رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي ·

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔" (بخاری کتاب العلم حدیث:۷۱)(مسلم کتاب زکاۃ الحدیث:۱۰۳۸)(مشکوۃ کتاب العلم الحدیث:۲۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی ساری نعمتیں، علم، ایمان، مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے، بانٹتے حضور ﷺ ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا، کیونکہ یہاں نہ اللہ

کی دین میں کوئی قید ہے نہ حضور ﷺ کی تقسیم میں، لہذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ ﷺ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے خیال رہے کہ حضور ﷺ کی عطا یکساں ہے، مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے۔ بجلی کا پاور یکساں آتا ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدر طاقت پاور کھینچتے ہیں، پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ۔ حنفی، شافعی ایسے ہی قادری، چشتی ہیں مختلف رنگ کے، مگر سب میں پاور ایک ہی ہے۔ ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے، مگر راستوں کے لحاظ سے اُن کے نام الگ الگ ہو گئے۔ ایسے ہی قادری، چشتی اُن سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آرہا ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوٰۃ از مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ ۱/۱۸۷)

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہ حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہراً اور صورۃً دینے والے بھی رسول اللہ ﷺ ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہاں ظاہر ہی مراد ہے۔ کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل

نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہری کا اعتبار ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور ﷺ اور تقسیم کرنے والے بھی حضور ﷺ تو آپ ﷺ نے عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عطاء کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تو اضعاً اللہ تعالیٰ کی طرف عطاء کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی۔

(فیض الباری ۱/۱۷۱)

رہا یہ کہ آپ ﷺ کیا چیز تقسیم کرتے ہیں علامہ عینی نے یہاں طویل بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ علم اور مال دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ تقسیم کرتے ہیں اور لوگوں میں علم اور مال کے اعتبار سے جو کمی بیشی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کی جہت سے ہے کیونکہ آپ ﷺ تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ۲/۵۱)

اور یہ بھی بعید نہیں کہ عزت وشرف، مال و دولت، علم وحکمت غرضیکہ ہر نعمت دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہر نعمت کے حصول میں واسطہ عظمیٰ ہیں

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" آپ ﷺ علم اور مال غنیمت اور

اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کو بشارت اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہو اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں، جیسا کہ اس بات پر مفعول کا محذوف کرنا دلالت کرتا ہے، تا کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز دیتا ہے اور حضور ﷺ تقسیم کرتے ہیں۔ (مرقات ۹/۱۰۵، شرح مسلم سعیدی ۲/۹۶۴)

ایمان ملا ان کے صدقے
رحمٰن ملا ان کے صدقے
قرآن ملا ان کے صدقے
وہ کیا ہے جو ہم نے پایا نہیں

ہے خدا بھی ہمیں مصطفٰے سے ملا
اس سے بڑھ کر عطاء اور کیا چاہیے
دونوں عالم کی دے کر ہمیں نعمتیں
پوچھتے ہیں بتا اور کیا چاہیے

حدیث نمبر ۳۲:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قُلْتُ: يارسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنْسَاهُ قَالَ: ((ابْسُطْ رِدَاءَكَ)) فَبَسَطْتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ

قَالَ: ((ضُمَّهُ)) فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ سے بکثرت حدیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں فرمایا'' اپنی چادر بچھاؤ'' پس میں نے اسے بچھادیا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر میری چادر میں ڈالا پھر فرمایا لپیٹ لو تو میں نے اسے لپیٹ لیا تو میں اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولا۔ (بخاری حدیث-۱۱۹ کتاب العلم باب حفظ العلم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ صرف مال یا علم ہی تقسیم نہیں فرماتے بلکہ قوتِ حافظہ یعنی صفات انسانیہ بھی عطا فرماتے ہیں اور ان سے مانگنا شرک و بدعت نہیں صحابہ کرام کی سنت ہے۔ بھول جانا ایک مصیبت ہے حضور ﷺ نے یہ مصیبت دور فرمادی بھول جانا، ایک مشکل ہے حضور ﷺ نے یہ مشکل دور فرمادی تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ مشکل کشا ہیں، حاجت روا ہیں، دافع البلا ہیں، ان کے پاس جانے سے مشکلیں دور ہو جاتی ہیں۔

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے

ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

حدیث نمبر ۳۳:

دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں جسے جو چاہیں عطا کر دیں۔

عن ربیعة بن کعب الاسلمی رضی الله عنه قال:

كنت أبيت مع رسول الله ﷺ فأتيته بوضوئه وحاجته فقال لي: ((سَلْ))

فقلت: أسألك مرافقتك في الجنة قال: ((أوَ غيرَ ذلكَ)) قلتُ: هوَ ذاكَ

قال: ((فأعني على نفسك بكثرة السجود)).

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں آپ ﷺ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا (دریائے رحمت جوش میں آیا) فرمایا" مانگ کیا مانگتا ہے" میں نے عرض کی میں آپ ﷺ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا" اس کے علاوہ اور کچھ" میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا" تو زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔" مسلم حدیث-۴۸۹ کتاب الصلوۃ باب فضل السجود مشکوۃ حدیث-۸۹۶

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات

مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

رسول اللہ ﷺ کا فرمانا" مانگ کیا مانگتا ہے" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ ﷺ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو

[illegible]

ایک طرف صحابہ کرام کا اور تمام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ [illegible]
[illegible] عطا کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ [illegible]
اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں [illegible]

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر
تیرے دل میں کس سے بخار ہے

حدیث نمبر۳۴:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

عن علی رضی الله عنه قَالَ: كَانَ النبِيُّ ﷺ إِذَا سُئِلَ شَيْئًا فَأَرَادَ أَنْ يَفْعَلَهُ قَالَ نَعَمْ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ لا يَفْعَلَ سَكَتَ وَكَانَ لايَقُوْلُ شَيْئًا لا فَأَتَاهُ أعْرَابِيٌّ فَسَأَلَهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ النبيُّ ﷺ كَهَيْئَةِ الْمُنْتَهِرِ سَلْ مَا شِئْتَ يا أعرابي فَغَبِطْنَاهُ قُلْنَا الآنَ يَسْأَلُ

الجَنَّةَ فَقَالَ الأعْرَابِيُّ أَسْأَلُكَ رَاحِلَةً فَقَالَ لَهُ النبيُّ ﷺ لَكَ ذَاكَ ثُمَّ قَالَ سَلْ قَالَ أَسْأَلُكَ زَادً قَالَ و لَكَ ذَاكَ قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ النبيُّ ﷺ: كَمْ بَيْنَ مَسْأَلَةِ الأعرابيِّ وَعَجُوْزِ بني إسرائيلَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مُوسٰى لَمَّا أُمِرَ أَنْ يَقْطَعَ الْبَحْرَ فَانْتَهَى إِلَيْهِ فَضُرِبَتْ وُجُوْهُ الدَّوَابِ فَرَجَعَتْ فَقَالَ موسى مَالِي يَارَبِّ قَالَ لَهُ إِنَّكَ عِنْدَ قَبْرِ يُوْسُفَ فَاحْتَمِلْ عِظَامَهُ مَعَكَ وَقَدِ اسْتَوَى الْقَبْرُ بالأرضِ فَجَعَلَ موسى لايَدْرِیْ أَيْنَ هُوَ قَالُوْا إِنْ كان أَحَدٌ مِنْكُمْ يَعْلَمُ أَيْنَ هُوَ فَعَجُوْزُ بني اسرائيلَ لَعَلَّهَا تَعْلَمُ أَيْنَ هُوَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا موسى عليه السلام قَالَ هَلْ تَعْلَمِيْنَ أين قبرُ يوسفَ عليه السلام قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدُلِّيْنِي عَلَيْهِ قَالَتْ لا واللهِ حَتّٰى تُعْطِيَنِي مَا أَسْأَلُكَ قَالَ ذَاكَ لَكَ قَالَتْ فَإِنِّي أَسْأَلُكَ أنْ أكُوْنَ مَعَكَ فِي الدَّرَجَةِ الَّتِي تَكُوْنُ فِيْهَا فِي الجنةِ قَالَ سَلِي الجَنَّةَ قَالَتْ لا واللهِ أنْ أكُوْنَ

مَعَكَ فَجَعَلَ مُوْسٰى يُرَادُهَا فَاَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ اَنْ اَعْطِهَا ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَا يَنْقُصُكَ شَيْئًا فَاَعْطَاهَا وَدَلَّتْهُ عَلَى الْقَبْرِ فَاَخْرَجَ الْعِظَامَ وَجَاوَزَ الْبَحْرَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا اگر حضور ﷺ کو منظور ہوتا تو نعم (ہاں) فرماتے اور نا منظور ہوتا تو خاموش رہتے۔ کسی چیز کو ''لا'' یعنی ''نہ'' نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ پھر سوال کیا۔ پھر سکوت فرمایا۔ پھر سوال کیا اس پر حضور ﷺ نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا ''اے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ لے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حال دیکھ کر ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا، ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور ﷺ سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور ﷺ سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں فرمایا ''عطا ہوا'' عرض کی حضور ﷺ سے زادِ راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا ''عطا ہوا''۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا ''کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک بُوڑھی عورت کی مانگ میں، موسیٰ کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا، کنارِ دریا تک پہنچے تھے کہ سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی 'الٰہی یہ معاملہ کیا ہے' ارشاد ہوا 'تم قبر یوسف کے پاس ہو اُن کا جسم مبارک ساتھ لے لو'۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا 'اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو' اُس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے کہا 'ہاں'۔ فرمایا 'تو مجھے بتا دے'۔ عرض کی

'خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں'۔ فرمایا 'تیری عرض قبول ہے'۔ پیرزن نے عرض کی 'تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں، میں آپ کے ساتھ رہوں، اُس درجے میں جس میں آپ ہوں گے'۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا 'جنت مانگ'۔ (یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر) پیرزن نے کہا 'خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ رہوں'۔ موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے، اللہ عزوجل نے وحی بھیجی ''موسیٰ وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں''۔ موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں اپنی رفاقت اسے عطا کردی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتادی۔ موسیٰ علیہ السلام نے نعش مبارک کو ساتھ لے لیا اور دریا عبور فرما گئے۔ (المعجم الاوسط ص ۳۷۵ جلد ۷ حدیث ۷۷۶۷، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۷۱ باب الحث علی طلب الجنۃ، الامن والعلی ص ۲۰۸)

اس حدیث کو غیر مقلدین کے امام ناصرالدین البانی نے سلسلہ احادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو حدیث ۳۱۳ رواہ ابو یعلی وطبرانی۔

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ حضور ﷺ کارخانہ الٰہی کے مختارِ کل ہیں یہاں تک کہ سب سے بڑی نعمت، جسے چاہیں بخش دیں اور انبیاء کرام سے جنت کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ عطا فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے اعرابی سے فرمایا ''جو چاہے مانگ لے'' ایسا وہی کہہ سکتا ہے جس کو ہر چیز دینے کا مکمل اختیار ہو۔

حدیث نمبر ۳۵:

آخرت میں عزت دینا حضور ﷺ کے اختیار میں ہے

عن انس رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا وَأَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا وَفَدُوْا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي وَأَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي وَلَا فَخْرَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤنگا جب لوگ اٹھائے جائیں گے، اور میں اُن کا خطیب ہوں، جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے، اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ نا امید ہوں گے۔ عزت اور کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہیں۔ لواء الحمد اُس دن میرے ہاتھ ہوگا میں ساری اولادِ آدم میں، اپنے رب کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں)۔ ترمذی حدیث ۳۶۱۰، کتاب المناقب، دارمی حدیث ۴۸، مشکوٰۃ حدیث ۵۷۶۵)

والحمد للہ رب العالمین شکر اُس کریم کا جس نے عزت دینا اُس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف رحیم کے ہاتھ میں رکھا۔ (الامن والعلی ص ۷۸)

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حدیث نمبر ۳۶:

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ

عن أبی بن کعب رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

يَـا اُبَـیُّ اُرْسِـلَ اِلَـیَّ اَنِ اقْرَاَ الْقُرْآنَ عَلٰی حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰی اُمَّتِیْ فَـرَدَّ اِلَـی الثَّـانِيَةَ اقْـرَاْهُ عَـلَـی حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُّ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰی اُمَّتِیْ فَرَدَّ اِلَی الثَّالِثَةَ اقْرَاْهُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْاَلَةٌ تَسْاَلُنِيْهَا فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِی وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰی اِبْرٰهِيْمُ عليه السلام.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے ابی پہلے مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پڑھنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لئے دعا کی ہے۔ اتنی بار کے عوض، تم ہم سے ایک دعا مانگ لو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما۔ تیسری بار کی دعا میں نے اُس دن کے لئے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف متوجہ ہوں گے۔ (مسلم حدیث ۸۲۰ کتاب فضائل القرآن، مشکاۃ حدیث ۲۲۱۳ کتاب فضائل القرآن)

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ

حدیث نمبر ۳۷:

جنت ودوزخ تقسیم کرنے کا اختیار

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ:

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَيُؤتَى بِمِنْبَرَيْنِ مِنْ نُوْرٍ فَيُنْصَبُ اَحَدُهُمَا عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ وَالْاٰخَرُ عَنْ يَسَارِهِ وَيَعْلُوْهُمَا شَخْصَانِ فَيُنَادِي الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ مَعَاشِرَ الْخَلَائِقِ مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا رِضْوَانُ خَازِنُ الْجَنَّةِ إِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُسَلِّمَ مَفَاتِيْحَ الْجَنَّةِ إِلَى مُحَمَّدٍ وَإِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِيْ اَنْ اُسَلِّمَهَا إِلَى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ لِيُدْخِلَا مُحِبِّيْهِمَا الْجَنَّةَ اَلَا فَاشْهَدُوْا۔

ثُمَّ يُنَادِي الَّذِي عَنْ يَسَارِ الْعَرْشِ مَعَاشِرَ الْخَلَائِقِ مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ إِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُسَلِّمَ مَفَاتِيْحَ النَّارِ إِلَى مُحَمَّدٍ وَإِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِيْ اَنْ اُسَلِّمَهَا إِلَى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ لِيُدْخِلَا مُبْغِضِيْهِمَا النَّارَ اَلَا فَاشْهَدُوْا۔ (واورده ايضا فی الباب السابع من كتاب الحديث الغررفی فضل الشيخين ابی بكر وعمر من كتاب الاكتفاء)

يُنَادَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ فَيُؤتَى بِالْخُلَفَاءِ رضی الله تعالى عنهم فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى لَهُمْ اُدْخِلُوْا مَنْ شِئْتُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَدَعُوْا مَنْ شِئْتُمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا "روز قیامت اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا اور دو منبر نور کے لا کر عرش کے دائیں بائیں بچھائے جائیں گے۔ ان پر دو شخص بیٹھ جائیں گے۔ پس وہ جو عرش کے دائیں جانب ہوگا کہے گا اے جماعاتِ مخلوق! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے جس نے ابھی تک نہیں جانا اُسے جان لینا چاہیئے کہ میں رضوان خازن جنت ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد ﷺ کے سپرد کردوں اور محمد ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ چابیاں ابوبکر وعمر کے سپرد کردوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنو! گواہ رہنا۔ پھر عرش کی بائیں جانب والا فرشتہ منادی کرے گا اے جماعاتِ مخلوق جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے، جس نے ابھی تک نہیں جانا اُسے جان لینا چاہیئے کہ میں مالک دوزخ کا داروغہ ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں دوزخ کی کنجیاں محمد ﷺ کے سپرد کردوں اور محمد ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ چابیاں ابوبکر وعمر کے سپرد کردوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں سنو! گواہ رہنا۔ (شرف النبی ﷺ از حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان ص ۲۹۶)

اور ایک روایت میں ہے۔ روز قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد ﷺ پس خلفاء رضی اللہ عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل اُن سے فرمائے گا "تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔"

(نسیم الریاض شرح شفاء للامام القاضی عیاض فی فضل ما اطلع النبی ﷺ من الغیوب، الامن والعلی ص ۸۰-۸۱)

یہ امام ابوسعید نیشاپوری وہ شخصیت ہیں جن سے جلیل القدر ائمہ حدیث نے روایتیں لی ہیں۔ جیسے حافظ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری، ابومحمد الحسن، ابن محمد الخلال، ابو القاسم الازہری اور ابوالقاسم التنوخی وغیرہ اور خاتمۃ المحدثین علامہ ابن عابدین شامی

رحمۃ اللہ علیہ نے رسائل ابن عابدین میں امام ابو سعید کی کتاب "شرف النبی" سے روایات نقل کی ہیں ۔(رسائل ابن عابدین ۱/۴)

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بارہ احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

امام الطائفہ کا ایک انجان پنے کا اقرار سن لیجئے (تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم ص ۲۹ پر لکھا) "جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اُسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے" بھولا نادان لکھنے کو تو لکھ گیا مگر

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائے گا
دینِ نجدی پائمالِ سنیاں ہو جائے گا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ ﷺ کا اختیار تام ثابت ہو جائے گا۔ بے چارے مسکین عزیز کے دھیان میں اُس وقت بھی یہی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں، جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی پیسے پیسے بیچتے ہیں۔اُس کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے رب جل وعلا نے اُس بادشاہ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار ﷺ کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں ہاں ہم سے سن اور وہ سن، کہ سن ہو جا۔

ملا جی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدۂ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے، جو مالک الملک شہنشاہ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت

کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، ہر شے کی کنجیاں، اور اب وہ اپنا بلائے جان اقرار یاد کیجئے ''جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اُسی کے اختیار میں ہوتا ہے، جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے'' دیکھ حجتِ الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔
(الامن والعلی ص ۷۵، ۸۲)

حدیث نمبر ۳۸:

استن حنانہ کو جنت میں لگانے کا اختیار

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قَالَ:

كَـانَ جِـذْعٌ يَـقُـوْمُ إِلَيْـهِ الـنَّبِـيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ.

(بخاری ۹۱۷ کتاب الجمعۃ باب الخطبۃ علی المنبر)

وفـی روایة: فَـلَـمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِيْ صُنِعَ، فَـصَـاحَـتِ الـنَّـخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتّٰى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ، حَتّٰـى اسْتَقَرَّتْ، قَـالَ: ((بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ)). بخاری
(حدیث: ۲۰۹۵ کتاب البیوع باب النجار مشکوۃ حدیث: ۵۹۰۳)

وفـی روایة الـدارمـی: فَـلَـمَّـا قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ذٰلِكَ الْمِنْبَرِ خَارَ الْجِذْعُ كَخُوَارِ الثَّوْرِ حَتّٰى ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ حُزْنًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنَزَلَ إِلَيْـهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ فَالْتَزَمَهُ وَهُوَ يَخُوْرُ فَلَمَّا الْتَزَمَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

سَكَنَ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ لَمْ اَلْتَزِمْهُ لَمَا زَالَ هٰكَذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ حُزْنًا عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَدُفِنَ. وفی روایة الدارمی: فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَیْهِ وَقَالَ اخْتَرْ اَنْ اَغْرِسَكَ فِی الْمَكَانِ الَّذِیْ كُنْتَ فِیْهِ فَتَكُوْنَ كَمَا كُنْتَ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَغْرِسَكَ فِی الْجَنَّةِ فَتَشْرَبَ مِنْ اَنْهَارِهَا وَعُیُوْنِهَا فَیَحْسُنُ نَبْتُكَ وَتُثْمِرُ فَیَاكُلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ مِنْ ثَمَرَتِكَ وَنَخْلَتِكَ فَعَلْتُ فَزَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ یَقُوْلُ لَهٗ نَعَمْ قَدْ فَعَلْتُ مَرَّتَیْنِ فَسُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اخْتَارَ اَنْ اَغْرِسَهٗ فِی الْجَنَّةِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ درخت کا ایک تنا تھا۔ نبی کریم ﷺ اُس کے ساتھ ٹیک لگایا کرتے تھے جب آپ ﷺ کے لئے منبر رکھا گیا، تو ہم نے اس تنے سے حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نیچے اترے اور اُس پر اپنا دست کرم رکھا۔

ایک روایت میں ہے۔ جب جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ اس منبر پر جلوہ افروز ہوئے جو آپ کے لئے بنایا گیا تھا تو کھجور کی وہ لکڑی چیخنے لگی جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے اور قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتی پس نبی کریم ﷺ نیچے اترے اور اُسے اپنے سینے سے لگالیا۔ وہ لکڑی بچے کی طرح روئی جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اُسے قرار آگیا۔ راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الٰہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اُس منبر پر بیٹھے تو اُستن حنانہ نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے غم میں بیل کی طرح آواز نکالی، حتیٰ کہ اُس کی آواز

سے مسجد گونج اُٹھی۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اُس روتے ہوئے تنے کو گلے سے لگالیا۔ جب آپ نے گلے سے لگایا تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اُس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے اگر میں اُس کو گلے سے نہ لگاتا تو وہ رسول اللہ کی جدائی کے غم میں اسی طرح قیامت تک روتا رہتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور اسے دفن کردیا گیا۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا ''اگر تو چاہے تو میں تجھے اس جگہ پر لگادوں جہاں تو پہلے تھا اور تو پہلے کی طرح ہوجائے اور تو چاہے تو میں تجھے وہاں جنت میں لگادوں جہاں جنت کی نہریں اور چشمے تجھے سیراب کریں تو اچھا اُگے اور پھل لائے اور اولیاء اللہ تیرا پھل اور کھجوریں کھائیں تو میں ایسا کروں'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے دومرتبہ فرمایا ''ہاں میں نے ایسا کیا'' نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اُس نے اس بات کو اختیار کیا کہ میں اُسے جنت میں لگادوں۔'' (دارمی حدیث ۳۲-۴۱ کتاب المقدمہ باب ما اکرم النبی ﷺ بحنین المنبر) (خصائص الکبریٰ ۲/۱۲۶)

اس حدیث سے اختیار مصطفیٰ ﷺ روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ سوکھی لکڑی کو میوہ دار درخت بنا سکتے ہیں اور اُس کو جنت میں لگا کر دائمی زندگی عطا کرسکتے ہیں ورنہ حضور ﷺ اس سے یہ سوال ہی نہ کرتے۔

اسی حدیث کا ترجمہ مولانا روم علیہ الرحمہ اس طرح فرماتے ہیں

استن حنانہ در ہجر رسول ‏ ‏ ‏ ‏ نالہ می زد ہمچو اربابِ عقول

استن حنانہ حضور ﷺ کی جدائی میں ایسے روتا تھا، جیسے کہ انسان رویا کرتا ہے۔

در تحیر ماندہ اصحاب رسول　　کز چہ می نالد ستون با عرض و طول

صحابہ کرام سخت متعجب ہوئے کہ کیسے بے جان لکڑی رو رہی ہے اور وہ بھی زور زور سے۔

گفت پیغمبر چہ می خواہی ستوں　　گفت جانم در فراقت گشت خوں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟ ستون نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! میں آپ کی جدائی سے بے چین ہوں۔

مسندت من بودم از من تاختی　　بر سر منبر تو مسند ساختی

مجھے حضور کی مسند ہونے کا شرف حاصل تھا مجھے اسی کا غم ہے کہ حضور نے مجھے چھوڑ کر منبر کو مسند بنالیا۔

حاضرین مجلس ستون کی اس گفتگو کو سن کر بہت متاثر ہوئے، یہاں تک کہ بعض صحابہ حضور کی جدائی کے تصور سے رونے لگے حضور ﷺ نے ستون کو مخاطب کیا:

گفت می خواہی ترا نخلے کنند　　شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

فرمایا: اے ستون! اگر تو چاہے تو تجھے کھجور کا ایسا درخت بنا دیا جائے کہ مشرق و مغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں۔

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش　　بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

ستون نے عرض کیا: اے اللہ کے محبوب! میں وہ چیز چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے، فنا ہونے والی چیز کی مجھے تمنا نہیں، میں جنت میں حضور ﷺ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔

دوسرے مصرعہ میں مولانا رومی بطور نصیحت فرماتے ہیں کہ اے غافل انسان! تو لکڑی

سے

سے بدتر نہ ہو جا ، بلکہ تو بھی اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سے محبت رکھ، اُن کی جدائی میں رویا کر، پھر تجھے بھی نبی کریم ﷺ اپنے دیدار سے مشرف فرما کر سینے سے لگائیں گے اور فرمائیں گے میرے غلام میرے عاشق بتا کیا چاہتا ہے تو تو کہہ دینا اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الجنةِ یارسول اللہ ﷺ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دیں۔

اور اللہ سے مانگو نہ ظہوری کچھ بھی
اپنے اللہ سے اللہ کا پیارا مانگو
ہاتھ پھیلا کے زر و سیم طلب کرتے ہو
ان کے فیضان کی دولت بھی خدارا مانگو
روزِ محشر سے نہ گھبراؤ تڑپنے والو
میری سرکار کی رحمت کا اشارہ مانگو

جب حضور ﷺ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مردہ درخت زندہ ہو سکتا ہے تو جس دل میں حضور ﷺ کی محبت آ جائے، وہ دل اگر مردہ بھی ہو تو زندہ ہو جاتا ہے۔

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں تا چو مردم حشر گردد یوم دیں

اس ستوں کو حضور ﷺ نے زمین میں دفن کر دیا، تا کہ قیامت کے دن انسانوں کی طرح اس کا بھی حشر ہو۔ استن حنانہ کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو زندہ کرنے سے بھی بڑا معجزہ ہے۔ کیونکہ اُن مردوں میں پہلے جان ہوتی تھی لیکن حضور ﷺ کے جسم پاک کے صرف مس کرنے سے اُن جمادات و نباتات میں جان پڑ گئی جن میں پہلے جان نہیں تھی۔ جو لوگ حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں ہیں وہ

اس حدیث میں غور کریں کہ جو رسول بے جان چیزوں کو زندگی عطا کرے۔ وہ خود کیسے زندگی سے محروم ہو سکتا ہے؟

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

حدیث نمبر ۳۹:

ایک بکری کے ہزاروں ذراع

عن أبی رافع مولیٰ رسول الله ﷺ قال: أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِی الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا أَبَا رَافِعٍ؟ فَقَالَ شَاةٌ أُهْدِيَتْ لَنَا يَارَسُولَ اللهِ فَطَبَخْتُهَا فِی الْقِدْرِ فَقَالَ: نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ۔ ثم قال: نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الآخَرَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ الآخَرَ۔ ثم قال: نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الآخَر فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ إِنَّمَا لِلشَّاةِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِیْ ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَكَتَّ۔

(رواہ احمد حدیث ۲۶۶۵۴ جلد ۷ ص ۵۳۹، مشکوۃ حدیث ۳۲۷ کتاب الطہارۃ باب مایوجب الوضوء)

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "کہ میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی اُسے ہانڈی میں ڈالا، پھر حضور ﷺ تشریف لائے فرمایا: ابورافع یہ کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی پھر ہم نے ہانڈی میں پکالیا، فرمایا ابورافع ہم کو ایک دست دو میں نے دستی پیش کی، پھر فرمایا دوسرا دست بھی دو، میں نے دوسری دستی بھی پیش کی پھر فرمایا ابورافع اور دست لاؤ عرض کیا یارسول اللہ بکری کے

دو ہی دست ہوتے ہیں۔ تب اُن سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر تم خاموش رہتے تو تم ہم کو دست پر دست دیتے رہتے جب تک خاموش رہتے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ ایک بکری کے اگرچہ دو ہی دست ہوتے ہیں لیکن میں طلب کرتا رہوں اور پیش کرنے والا دینے کا قصد کرتا رہے تو ایک ہی بکری کے گوشت سے ہزاروں دست نمودار ہوتے رہیں گے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور ﷺ کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالمِ غیب سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا بوٹیاں اور شوربے کا پانی عالمِ غیب سے ہی آ رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہیئے۔ بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہیئے۔ بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ (مراۃ جلد ۸ ص ۲۵۴)

حدیث نمبر ۴۰:

اعرابی کا گھوڑا

عن عمارة بْنِ خُزَيْمَةَ رضي الله عنه أنَّ عَمَّهُ حَدَّثَهُ:

أنَّ النَّبِيَّ ﷺ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أعْرَابِيٍّ فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ فَأسْرَعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَشْيَ وَأبْطَأ الأعْرَابِيُّ فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الأعْرَابِيَّ فَيُسَاوِمُونَ بِالْفَرَسِ لَا يَشْعُرُونَ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ ابْتَاعَهُ حَتَّى زَادَ

بَعْضُهُمُ الأعْرَابِيَّ فِي السَّوْمِ عَلَى ثَمَنِ الْفَرَسِ الَّذِي ابْتَاعَهُ بِهِ النبيُّ ﷺ فَنَادَى الأعْرَابِيُّ النبيَّ ﷺ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هَذَا الْفَرَسَ فَابْتَعْهُ وَإِلَّا بِعْتُهُ فَقَامَ النبيُّ ﷺ حِيْنَ سَمِعَ نِدَاءَ الأعرابيّ فَقَالَ: أَوَلَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ قَالَ الأعرابيُّ لا وَاللهِ مَابِعْتُكَ فَقَالَ النبيُّ ﷺ بَلَى قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ فَطَفِقَ النَّاسُ يَلُوْذُوْنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَالأعرابِيِّ وَهُمَا يَتَرَاجَعَانِ فَطَفِقَ الأعرابِيُّ يَقُوْلُ: هَلُمَّ شَهِيْدًا يَشْهَدُ أَنِّيْ بَايَعْتُكَ فَمَنْ جَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ لِلأعرابِيِّ وَيْلَكَ النَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَكُنْ لِيَقُوْلَ إِلَّا حَقًّا حَتَّى جَاءَ خُزَيْمَةُ فَاسْتَمَعَ لِمُرَاجَعَةِ النبيِّ ﷺ وَمُرَاجَعَةِ الأعرابِيِّ فَطَفِقَ الأعرابِيُّ يَقُوْلُ: هَلُمَّ شَهِيْدًا يَشْهَدُ قَالَ خُزَيمةُ أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ فَأَقْبَلَ النبيُّ ﷺ عَلَى خزيمةَ فَقَالَ: بِمَ تَشْهَدُ فَقَالَ بِتَصْدِيْقِكَ يارسُولَ اللهِ .

وفي رواية : صَدَّقْتُكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَعَلِمْتُ أَنَّكَ لاتَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا.

وفي رواية: أَنَـا أُصَـدِّقُكَ عَـلَـى خَبَـرِ السَّـمَـاءِ وَالأَرْضِ أَلا أُصَدِّقُكَ عَلَى الأعْرَابِيِّ. فَجَعَلَ النبيُّ ﷺ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ فَلَمْ يَكُنْ فِي الاسلامِ رَجُلٌ تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ غَيْرَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ.

حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا آپ ﷺ نے قیمت ادا کرنے کے لئے اُسے ساتھ لے لیا۔ آپ ﷺ تیز چل رہے تھے اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔ درمیان میں لوگ آئے اور گھوڑے کا بھاؤ کرنے لگے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ خرید چکے

ہیں۔بعض لوگوں نے اُس کی قیمت آپ ﷺ کی قیمت سے زیادہ کی تو اعرابی نے آپ کو پکارا کہ اگر آپ ﷺ نے خریدنا ہے تو خرید لیں ورنہ میں کسی اور کو بیچ دونگا نبی کریم ﷺ اعرابی کی نداء سن کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟'' اعرابی نے کہا ''نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے بیچا ہی نہیں۔'' لوگ نبی کریم ﷺ اور اعرابی کے پاس جمع ہو گے اور وہ دونوں اس بات پر تکرار کر رہے تھے۔ اعرابی حضور ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ گواہ لائیں جو گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچا ہے۔ جو بھی مسلمان آتا وہ اعرابی سے کہتا تجھے ہلاکت ہو حضور ﷺ ہمیشہ حق بات فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت خزیمہ آ گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے فرمان اور اعرابی کی بات کو سنا کہ اعرابی حضور ﷺ سے کہہ رہا تھا ''کہ آپ گواہ لائیں جو گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچا ہے'' تو حضرت خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا نبی کریم ﷺ کو فروخت کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو'' عرض کیا ''یارسول اللہ آپ کی تصدیق پر گواہی دیتا ہوں۔'' ایک روایت میں ہے میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے۔ میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔ اس پر آپ ﷺ نے تنہا خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دے دیا۔ سوائے خزیمہ کے اسلام میں ایسا کوئی شخص نہیں جس کی گواہی دو مردوں کے برابر ہو۔

احمد حدیث ۲۰۸۷۸، ابوداود حدیث ۳۶۰۷ کتاب الأقضیۃ باب إذا علم الحاکم صدق الشاھد الواحد، مصنف ابن أبی شیبہ، والبخاری فی التاریخ، مسند ابی یعلی، صحیح ابن خزیمہ معجم کبیر فی الطبرانی، خصائص کبری جلد ۲ ص ۲۵۹

باب اختصاصہ ﷺ بأنہ یخص من شاء بما شاء من الأحکام، الامن والعلی ص ص: ۱۶۲

سبق: صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ہر ارشاد کی تصدیق کی اور ان کا ایمان تھا کہ زبانِ نبی سے جو ارشاد ہوتا ہے حق ہی ہوتا ہے اور اس زبان سے کبھی خلاف واقعہ بات نہیں نکل سکتی۔ پھر اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق یوں کہنے لگے کہ وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے تو وہ کس قدر ظالم اور جھوٹا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ مختار اور احکام شریعت کے مالک ہیں کسی حکم سے جسے چاہیں مستثنیٰ فرمالیں چنانچہ قرآن کا حکم ہے۔

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾

ترجمہ: اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے۔ (سورۂ بقرہ آیت: ۲۸۲)

اس حکمِ قرآن سے حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ فرمادیا اور اُن کی اکیلے ہی کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر فرمادیا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ شارع اور مالک ومختار ہیں۔ جو کہے حضور ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ وہ جھوٹا اور بدعتی ہے اور اس قسم کا عقیدہ رکھنے والا اس حدیث کا منکر ہے۔ اور حدیث کا منکر گمراہ ہے اور گمراہی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔ اور حدیث کا منکر ہے اور حدیث کا منکر گمراہ ہے اور گمراہی ضلالت ہے ضلالت فی نار ہے۔

ان احادیث کے علاوہ اور بہت سی احادیث اختیار نبی ﷺ پر دلالت کرتی ہیں وہ احادیث مبارکہ جن میں فرمایا گیا کہ میں نے فلاں چیز کو حرام کیا یا جن میں فرمایا گیا کہ فلاں عبادت کا اتنا ثواب ہے سب اختیار مصطفیٰ ﷺ پر دلالت کرتی ہیں لیکن میں اختصار کے پیش نظر صرف چالیس احادیث مبارکہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ العاقل تکفیہ

الاشارہ۔

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

فضائل وکمالاتِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان کرنا کیوں ضروری ہے؟

ہم فضائل وکمالات مصطفیٰ ﷺ پر اس لئے زیادہ زور دیتے ہیں کہ اس کے بغیر غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی تبلیغ ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ یہود ونصاریٰ کے سوالات اور اعتراضات کا جواب سوائے اہل سنت والجماعت۔ کے کوئی نہیں دے سکتا۔

اگر کوئی عیسائی یہ اعتراض کرے کہ مسلمانو! تمہاری کتابوں میں تمہارے مولویوں نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (نعوذ باللہ) اور انہیں کوئی اختیار نہیں وہ مجبور محض ہیں اور انہیں کسی قسم کا علم نہیں اور انہیں چالیس سال کے بعد نبوت ملی ہے (نعوذ باللہ) نقل کفر کفر نہ باشد

لیکن ہمارے نبی حضرت عیسیٰ کی شان تمہارے قرآن میں لکھی ہوئی ہے۔ تمہارا قرآن یہ کہتا ہے کہ ہمارے نبی زندہ ہیں اور وہ با اختیار نبی تھے۔ مردے زندہ کرتے تھے، بیماروں کو ہاتھ پھیر کر شفا دیتے تھے، اندھوں کو بینا کرتے تھے اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے تھے۔ (سورہ آل عمران آیت-۴۹)

اور پیدا ہوتے ہی نبی تھے۔ (سورہ مریم آیت-۳۰)

تو آؤ اس نبی کا کلمہ پڑھ لو جو با اختیار ہے، زندہ ہے، صاحب علم ہے، پیدا ہوتے ہی نبی ہے۔

اس اعتراض کا جواب سوائے اہل سنت کے کوئی نہیں دے سکتا ہے۔ کیونکہ دوسرے اگر اس اعتراض کا جواب دیں اور نبی ﷺ کے کمالات کو مانیں تو اُن کا عقیدہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر جواب نہیں دیتے تو مسلمانوں کے عیسائی ہونے کا خطرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جو نبی ﷺ کے کمالات کا انکار کرتا ہے وہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ وہ مسلمانوں پر عیسائیت کا دروازہ کھول رہا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ اہل سنت اُس عیسائی کے سامنے نبی کریم ﷺ کے اختیارات بیان کرے گا کہ آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے، درخت کو اشارے سے پاس بلایا، درختوں اور پہاڑوں نے آپ پر سلام پڑھا آپ ﷺ زندہ ہیں۔ بلکہ آپ کی امت کے شہید اور ولی بھی زندہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ نے نہ صرف مردہ انسانوں کو زندہ کیا، بلکہ جمادات اور نباتات کو بھی زندگی بخش دی۔ استن حنانہ آپ کے فراق میں رویا اور آپ ﷺ نے غیب کی خبریں دی ہیں اور آپ ﷺ اس وقت کے نبی ہیں جب کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ چالیس سال کے بعد آپ کو نبوت نہیں ملی، بلکہ آپ نے اعلان نبوت کیا ہے اور اے عیسائی تو نے جن کتابوں یا مولویوں کا حوالہ دیا ہے وہ ہمارے نہیں۔ انہیں تم نے ہی تیار کر کے اپنی ایجنٹی کے لئے ہماری طرف بھیج دیا ہے لہذا ہم ان کی کسی بات کے جواب دہ نہیں ہیں۔ ہماری کتابیں تو اپنے نبی کی شان سے بھری ہوئی ہیں۔ تو وہ عیسائی لاجواب ہو جائے گا اور آئندہ اس کو اعتراض کی جرات نہیں ہوگی۔

معلوم ہوا کہ وہ کتابیں جن میں گستاخانہ عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، جلانے کے قابل ہیں۔ کیونکہ یہ اسلام کے لئے خطرہ ہیں۔ جب تک ان کتابوں کو دریا بُرد نہ کیا گیا اسلام عیسائیت پر غالب نہیں آ سکتا۔

❁❁❁

آج الحمدللہ! ۱۹ صفر ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۱ اپریل ۲۰۰۳ء بروز پیر کتاب مکمل ہوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں اس کو شرف قبولیت عطا فرما کر صدقہ جاریہ بنا دے اور اس کے مصنف اور ناشر اور قارئین کی بخشش کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

"بجاہ سیدنا وحبیبنا رحمۃ للعالمین ﷺ"

❁❁❁

فہرست کتب

بانی ادارہ صراط مستقیم مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

1	فہم دین دین اول تا چہارم	220 فی جلد
2	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات	140
3	محاسن اخلاق	100
4	غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	200
5	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	36
6	میرے لئے اللہ کافی ہے	30
7	حق چار یار	30
8	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	30
9	فکر آخرت	30
10	ہاں ہم سنی ہیں	30
11	سرکار غوث اعظم اور آپ کا آستانہ	30
12	ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	30
13	شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	30
14	یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول	30
15	بیانات عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	30

16	توحید و شرک	30
17	ہم اہلسنت و جماعت ہیں	25
18	نورانیت مصطفٰے کا انکار کیوں	20
19	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	20
20	چاٹگانگ میں چند روز مع تذکرہ حضرت شیر بنگال رحمۃ اللہ علیہ	20
21	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل غلطیاں اور دھوکے	20
22	ایصال ثواب اور گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت	20
23	فحش گانوں کا عذاب	15
24	اصلاح اور اسکا اجر	15
25	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	15
26	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	15
27	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں	15
28	محبت ولی کی شرعی حیثیت	15
29	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	15
30	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز	15
31	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	15
32	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور انکا حل	15
33	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟	15

34	مناظرہ دعا بعد نماز جنازہ		10
35	دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار		20
36	تحفظ ناموس رسالت ایک فرض ایک قرض		30
37	رسول اللہ ﷺ بحیثیت بشر مع معجزہ شق صدر		15
38	منصب نبوت اور عقیدہ مومن		15
39	نماز تراویح بیس رکعت سنت ہے		10
40	شان والائت قرآن و حدیث کی روشنی میں		20
41	فضائل امت محمدیہ		30
42	جادو کی مذمت		18
43	تبرکات عالمی مبلغ اسلام	علامہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی علیہ الرحمہ	300
44	شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
45	آئینہ اہل سنت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
46	جرائتوں کا قافلہ	ابوکلیم محمد صدیق فانی	20
47	مشائخ قادریہ رضویہ	ابوکلیم محمد صدیق فانی	80
48	گلدستہ تقاریر 2 جلد	علامہ محمد حنیف اختر سعیدی خانیوال	240 فی جلد
49	شاہ شہیداں	....	70
50	غلط مسائل	....	15

51	تحفہ رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	280
52	تحفہ شعبان المعظم	محمد نعیم اللہ خاں قدری	100
53	ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	....	100
54	ذکر اویس	مفتی فیض احمد اویسی	120
55	ذکر سیرانی	....	120
56	بہشتی دروازہ	....	30
57	بسنت تہوار یا غضب کردگار	....	15
58	علم حضرت یعقوب علیہ السلام	....	36
59	تبلیغی جماعت کے کارنامے	....	20
60	زندہ نبی کے زندہ صحابہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	40
61	نماز کا سنت طریقہ	....	20
62	سنی جاگ	سید عرفان شاہ مشہدی	15
63	عظمت وشان اہل بیت	....	30
64	کانا دجال	قاری یاسین قادری	60
65	اہل جنت اہل سنت	مولانا غلام مرتضی ساقی مجددی	100
66	مسئلہ رفع یدین	....	100
67	دروس القرآن فی شہر رمضان	....	170
68	تحقیق مسئلہ ختم نبوت	محمد نواز بشیر جلالی	20

69	میلاد مصطفیٰ ﷺ	محمد نواز بشیر جلالی	20
70	بھیڑ نما بھیڑیے	صوفی اللہ دتہ صاحب	20
71	یزید علماء اہل سنت کی نظر میں	....	20
72	الحق المبین	علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ	36
73	میلاد النبی ﷺ	....	24
74	بارہ ماہ کے فضائل و مسائل	مفتی اشرف رضا قادری	36
75	عقائد و معمولات اہل سنت	مفتی عبد المبین	30
76	سات متنازعہ مسائل اور اہل سنت کا موقف	مفتی محمد رضوان الرحمٰن فاروقی	20
77	شفا اور برکت	مولانا محمد انور رضوی	20
78	ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	صاحبزادہ سید زین العابدین شاہ	15
79	میں سنی کیوں ہوا؟	ڈاکٹر محمد سلیمان قادری	30
80	حقیقت ایصال ثواب	مفتی محمد رمضان اویسی	46
81	فیض النحو	....	36
82	فیض الصرف	....	75
83	فضائل درود شریف	محمد منور حسین عثمانی	20
84	ایصال ثواب کیوں اور کیسے	ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی	15
85	بزرگان دین کا نعتیہ کلام		36
85	رسائل رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	120

87	والیانِ نجد وحجاز کا تاریخی جائزہ	یٰسین اختر مصباحی	25
88	منتخب حدیثیں	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	100
89	نماز کوئز	حافظ محمد اکرم	60
90	کامیاب شادی	علامہ بدرالقادری	40
91	گوشۂ خواتین	علامہ مفتی محمد اشرف جلالی	220
92	انوارِ حافظ الحدیث	محمد نعیم اللہ خاں قادری	180
93	چار زندہ نبی علیہم السلام	مولانا محمد عبدالاحد قادری	165
94	خصائص اہلبیت	علامہ عرفان الٰہی قادری	180
95	تحفہ حنیفہ	ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی مجددی	165
96	فقہ جعفریہ 4 جلد	مولانا محمد علی نقشبندی	1250
97	عقائد جعفریہ 4 جلد	مولانا محمد علی نقشبندی	1100
98	خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	سید محمد سعید الحسن شاہ	350
99	فتاویٰ صدرالافاضل	سید محمد نعیم الدین مرادآبادی	300
100	کنزالعلوم	مولانا محمد صدیق ملتانی	350
101	نعمت خداوندی مع طب نبوی	ڈاکٹر منیر احمد شامی	220
102	تعلیقات رضا	علامہ محمد صدیق ہزاروی	180
103	نماز کے احکام	مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی	250
104	خواتین کی بیماریاں اوران کا روحانی علاج	مسلم اعظمی	140

فہرست کتب سنی علمائے کرام

ملنے کا پتہ: صراط مستقیم پبلی کیشنز گوجرانوالہ

کتاب	قیمت
عرفان الحدیث	250
گوشہ خواتین	220
انوار حافظ الحدیث	180
آؤ میلاد منائیں	220
دروس القرآن	170
مسئلہ رفع یدین	120
بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم	120
اہل جنت اہل سنت	150
اختلاف ختم ہوسکتا ہے	130
تحفہ رمضان المبارک	300
تحفہ شعبان المعظم	120
رسائل رمضان المبارک	120
ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	100
خلاصۃ القرآن	40
قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ	500
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول تا چہارم)	700 فی جلد
غیر مقلدین کا علمی محاسبہ	700
سرور کونین کی نورانیت و بشریت	700
فیصلہ کن مناظرے	700
مجموعہ رسائل	200
مالک کل	40
مختصر شرح سلام رضا	70
محمدی نماز	50
حرمت رسول پر سب کچھ قربان	40
شاہراہ اہلسنت	250
آئینہ اہلسنت	250
مقالات جلالیہ	180
جرأتوں کا قافلہ	20
آپکے مسائل کا شرعی حل	150
سنی جاگ	15
زندہ نبی کے زندہ صحابہ	40
نماز کا سنت طریقہ	20
میاں بیوی کے باہمی معاملات	120
تحقیق مسئلہ ختم نبوت	20
گُشتیاں	50
یزید علمائے اہلسنت کی نظر میں	20

کتاب	قیمت
میلاد النبی	24
بارہ ماہ کے فضائل و مسائل	40
عقائد و معمولات اہلسنت	40
شفاء اور برکت	25
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	20
میں سنی کیوں ہوا؟	40
حقیقت ایصال ثواب	60
فضائل درود شریف	20
ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟	20
بزرگان دین کا نعتیہ کلام	50
والیان نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ	30
تبلیغی جماعت کے کارنامے	30
گستاخوں کا بُرا انجام	240
رفع یدین	20
اوجھڑی کی کراہت	25
انگوٹھے چومنے کا ثبوت	30
اہل ذکر کا بیان از روئے قرآن	150
برکات الرجب	40
نماز کوئز	80
ذکر اویس	120
ذکر سیرانی	120
کالج اور لڑکی	90
غم ٹال وظیفے	70
علم حضرت یعقوب علیہ السلام	40
بہشتی دروازہ	30
بسنت تہوار یا غضب کردگار	20
گلدستہ تقاریر (اول دوم)	240 فی جلد
شاہِ شہیداں	70
سو غلط مسائل	20
باپ کی نصیحت بیٹی کے نام	40
کامیاب شادی	40
محفل میلاد برائے خواتین	170
مقامِ مصطفیٰ ﷺ	120
انیس الجلیس	200
ضرب حیدری	100
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مناظرہ)	80
مردے سنتے ہیں	20